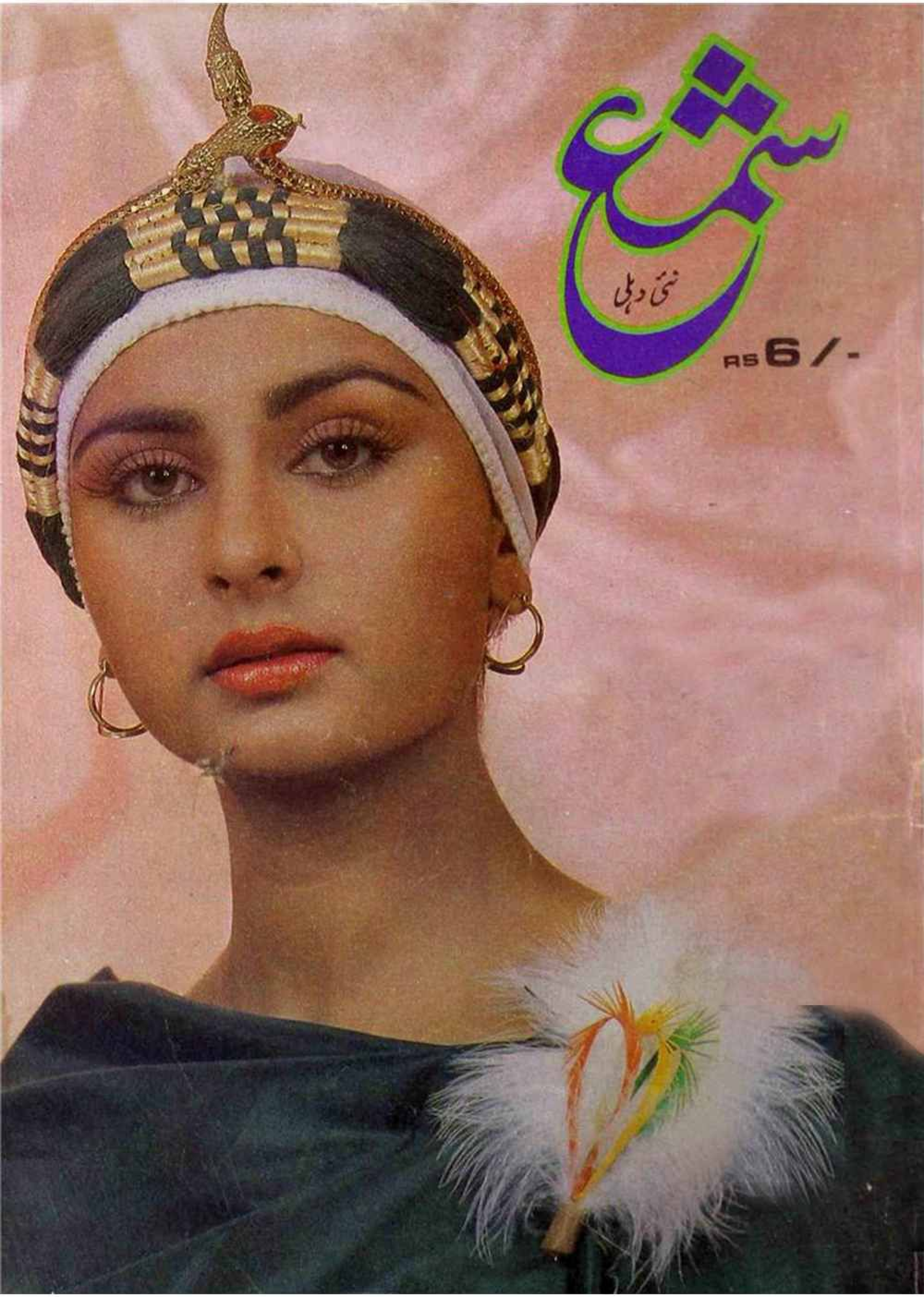
شمع
نئی دہلی
Rs 6/-

www.taemeernews.com

ماہنامہ شمع

دسمبر 1987

(فہرستِ مضامین)

1	محسن خان - کرکٹ کے میدان سے اداکاری کے میدان میں	نریندر اپادھیائے	3
2	ستاروں کی دنیا	مسافر	6
3	باتیں پڑوس کی	علی سفیان آفاقی	14
4	میں سیکس بم نہیں، اداکارہ بننا چاہتی ہوں	کمی کاٹکر	16
5	میں سیاست میں کیوں آؤں؟	شترو گھن سنہا	19
6	بے وفا شام کے نام ایک چٹھی	صلاح الدین پرویز	23
7	انٹرنیشنل ٹھگ (کہانی)	چرن جیت دھون	24
8	دو نظمیں	ف۔س۔اعجاز / سید ہمایوں اختر	30
9	بلاعنوان	رضاء الجبار	31
10	شہابِ ثاقب	قدسیہ انصاری	34
11	تین غزلیں	انور حسین انور / نازاں جمشید پوری / راشد فضلی	38
12	ایک کہانی	ڈاکٹر اظہار الحسن	41
13	بزم شمع	ادارہ	43
14	ٹی وی کی دنیا	ادارہ	45
15	خبریں ہی خبریں	ادارہ	47

بانی : یوسف دہلوی (مرحوم)

یونس دہلوی

ادریس دہلوی

الیاس دہلوی

صدر دفاتر : ۱۳/۱۲-۱۳/۱۲، آصف علی روڈ، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲

ٹیلی فون : 732666 732667 732668

مدیران : 730446 731783

تار کا پتہ : SHAMA NEW DELHI

شمع نئی دہلی

ٹیلکس : TLX : 31-61601 SHMA IN

شمع

دسمبر ۱۹۸۷

اشاعت کا پچاسواں سال، بارہواں شمارہ

ایک کاپی کی قیمت : ۶ روپے

سال بھر کی قیمت : ۶۵ روپے

شمع انڈین اینڈ ایسٹرن نیوز پیپر سوسائٹی، نئی دہلی آڈٹ بیورو آف سرکولیشن بمبئی اور آل انڈیا نیوز پیپر ایڈیٹرز کانفرنس نئی دہلی کا ممبر ہے۔

مطبوعہ : شمع پریس، شاہدرہ، دہلی ۳۲

ٹائٹل : بمبئی آفسیٹ پریس، نئی دہلی

مالکان : شمع میگزین

طابع و ناشر : یونس دہلوی

مقامِ اشاعت : ۱۳/۱۲-۱۳/۱۲، آصف علی روڈ، نئی دہلی ۲

ادارہ شمع، باز، کھلونا، مجرم اور سشما (ہندی) بھی شائع کرتا ہے۔ شمع میں شائع ہونے والے تمام ادبی پیم ادبی مواد میں نام، مقام، واقعات اور واسطے قطعی فرضی ہوتے ہیں اور حقیقی افراد، مقامات، واقعات یا اداروں سے ان کی مطابقت محض اتفاقیہ ہے جس کے لئے ایڈیٹر، پبلشر یا مصنف پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔ شمع میں شائع ہونے والے تمام مضامین اور تصاویر کے جملہ حقوق طبع و نقل بحق پبلشرز محفوظ ہیں۔ کسی طرح بھی ان کے کسی حصے کی اشاعت یا کسی بھی طرح استعمال سے پہلے تحریری اجازت لینی ضروری ہے۔

● سرِ ورق : پونم ڈھلوں

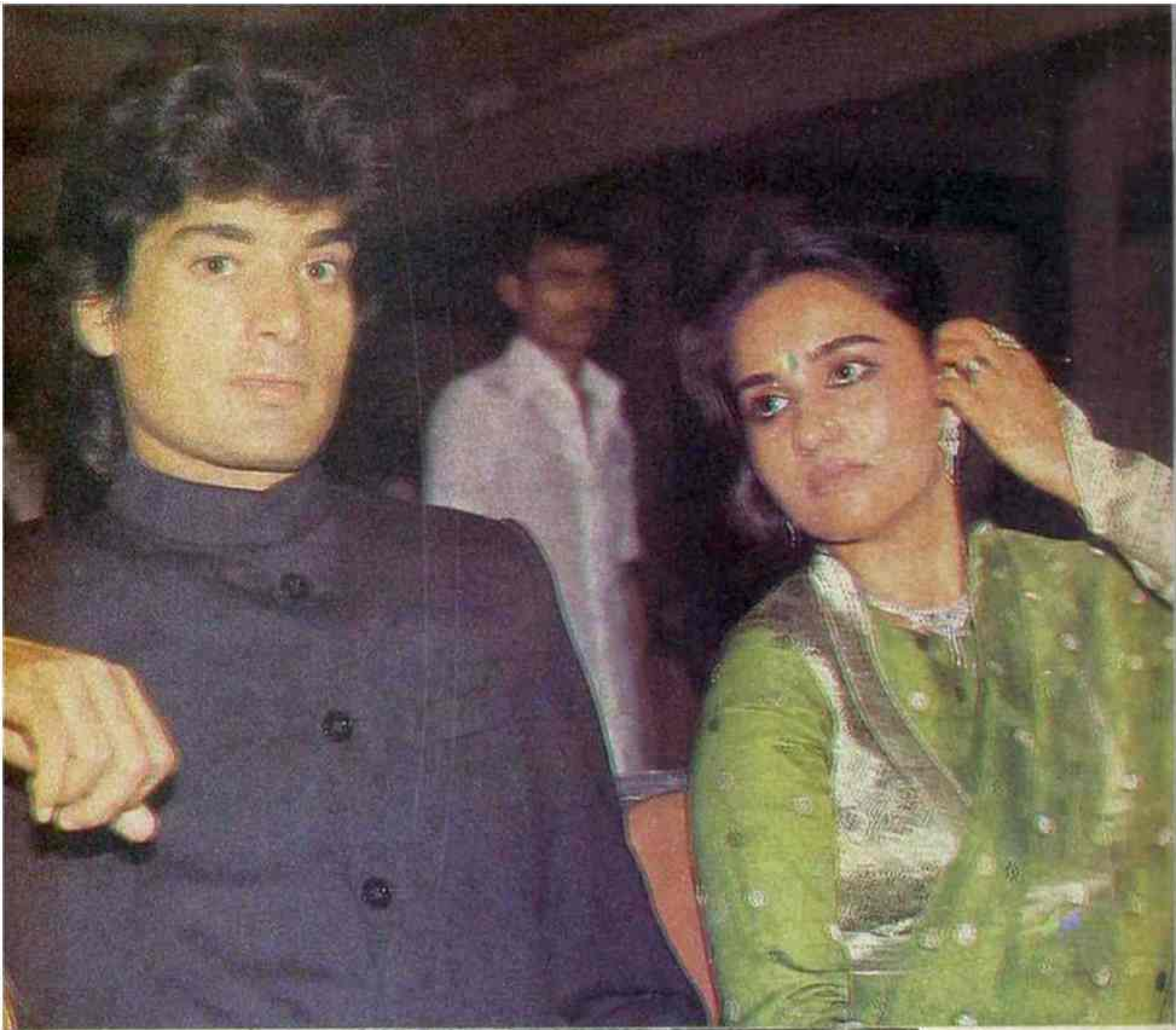

ریناراۓ اور محسن خاں (فوٹو: راجو پادھیاۓ)

کرکٹ کے میدان سے اداکاری کے میدان میں

کرکٹ کی دنیا میں لگاتار دس برس دھوم مچانے کے بعد پاکستانی کرکٹر محسن خاں نے ہندوستانی اداکارہ ریناراۓ سے شادی کر کے پاکستانی عوام کو چونکا دیا تھا۔ اب محسن خاں نے ہندوستانی فلموں میں آنے کا فیصلہ کر کے ہندوستان کے عوام کو چونکا دیا ہے۔ 'بٹوارہ' جیسی ملٹی اسٹارر فلم میں اداکاری کا کیریر شروع کرنے والے محسن خاں کے بارے میں ابھی سے کہا جا سکتا ہے کہ اس کے نۓ کیریر کی اننگ کا آغاز ہو چکا ہے۔ سابق کرکٹر اور حالیہ فلم آرٹسٹ محسن خاں کی شخصیت ہمیشہ افواہوں اور سرگوشیوں کا مرکز بنی رہی ہے۔ میری اس سے بات چیت ہوئی تو کئی ڈھکے چھپے پہلوؤں سے پردہ اٹھا، کئی متضاد خبروں کی وضاحت ہوئی۔ کئی بھید کھلے۔

"یکایک فلموں میں آنے کا ارادہ آپ نے کیسے کر لیا؟" ظاہر ہے، بات چیت کی شروعات اسی سوال سے ہونا تھی۔

"یکایک کوئی ارادہ نہیں بنا۔ فلموں کے آفرز تو مجھے کئی برس سے مل رہی تھیں، لیکن میں کرکٹ میں اپنا اچھا خاصا کیریر چھوڑ کر کسی دوسرے میدان میں ٹانگ پھنسانے کو غلط سمجھتا تھا۔ اسی لئے میں نے وہ آفرز ٹھکرا دیں۔ میں جب ۱۹۸۳ میں انڈیا آیا تھا تو بی آر چوپڑہ جیسے فلم ساز نے مجھے اپنی فلم کی آفر دی تھی۔ مگر میں نے وہ منظور نہیں کی تھی۔ اس بار یہ ہوا کہ میری سالی رکھا میرے پیچھے پڑ گئی کہ مجھے اب فلموں میں ایکٹنگ کرنا ہی چاہئے۔ رکھا تین سال کے وقفے کے بعد اپنی نئی فلم شروع کر رہی تھی۔ مجھے اداکاری کی طرف کھینچنے کے لئے رکھا کی دلیل یہ تھی کہ میں کرکٹ کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ چکا ہوں۔ اس لئے اب ایکٹنگ کیریر کے بارے میں سنجیدگی سے سوچنا چاہئے۔ چنانچہ میں نے سکون کے ساتھ سوچا اور رکھا کی فلم میں کام کرنے کے لئے 'ہاں' کر دی۔ رکھا نے مکل آنند جیسے ہدایت کار کو لیا ہے۔ سری دیوی کو ہیروئن کے طور پر لینے کا خیال تھا، لیکن اس سے بات نہیں ہو سکی ہے۔ ابھی رکھا کا سیٹ اپ چل ہی

www.taemeernews.com

رہا تھا کہ مجھے فلم ساز سلیم کی طرف سے 'بٹوارہ' کی آفر ملی۔ میں نے اپنی سالی سے مشورہ کیا تو اس نے فوراً کہا: 'بٹوارہ' ملٹی اسٹار کاسٹ فلم ہے، اچھا بینر ہے، جے پی دتہ جیسا قابل ڈائریکٹر ہے۔ آپ کو یہ آفر قبول کر لینا چاہئے۔ اس طرح میں نے 'بٹوارہ' سائن کر لی اور اس فلم سے اپنا فلم کیریر شروع کیا۔"

"کیا اس فیصلے کے پیچھے بیوی (رینا رائے) کا بھی ہاتھ ہے؟"

"جن حالات میں کرکٹ میں اچھا خاصا کیریر مجھے چھوڑنا پڑا، ان کے بارے میں سب جانتے ہیں۔ میری بیوی نے زندگی کے اس حادثہ کو میرے ساتھ سہا ہے۔ جب فلم کیریر اپنانے کی بات آئی تو اُن سے مشورہ کرنا ضروری تھا۔ رینا نے فوراً 'ہاں' کر دی۔"

"آپ نے پہلے کبھی کسی پاکستانی فلم میں کام کیا ہے؟" "کیا وہاں کے فلم سازوں نے کبھی آپ کو فلموں کی آفرز دیں؟"

"نہیں۔ میں نے 'بٹوارہ' سے پہلے کبھی کسی پاکستانی فلم میں کام نہیں کیا۔ ویسے پچھلے پانچ چھ برس سے مجھے پاکستانی فلم ساز لگاتار فلموں کی آفرز دے رہے تھے مگر جیسا کہ میں نے ابھی آپ سے کہا، میں فلموں کے لئے کرکٹ کو نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ فلموں کے علاوہ مجھے پاکستانی ٹیلی ویژن کے پروڈیوسرز اعجاز اور قیوم جلالی کی آفرز ملیں۔ لیکن میں نے وہ بھی قبول نہیں کیں۔"

"آپ نے پاکستان کے اخبارات میں اس طرح کے انٹرویو دئے ہیں کہ آپ کو فلموں اور فلم والوں کا نہ علم ہے، نہ تجربہ اور نہ دلچسپی۔ لیکن آپ نے ایک فلم اسٹار سے شادی کی اور اب فلموں میں ایکٹنگ بھی کر رہے ہیں۔ یہ کیا ماجرا ہے؟"

"یہ بالکل صحیح ہے کہ فلموں کے بارے میں میرا علم بہت کم ہے۔ میں نے آج تک اپنی بیوی کی کوئی فلم نہیں دیکھی۔ میں پاکستانی فلموں کے دو فن کاروں ندیم اور محمد علی کے سوا کسی کو نہیں جانتا۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ میں زیادہ تر انگلینڈ میں کرکٹ کھیلتا رہا ہوں اور برسوں سے پاکستان سے باہر رہا ہوں۔"

"کیا آپ نے کسی اسٹیج پر ایکٹنگ کی ہے؟"

"جی ہاں۔ برسوں پہلے اسکول میں کچھ ڈرامے کئے تھے۔ ان دنوں میری عمر نو دس برس ہوگی۔"

"اب 'بٹوارا' کے لئے پہلی بار کیمرے کے سامنے ایکٹنگ اور شوٹنگ کرنے کا تجربہ کیسا رہا؟"

"پہلی بار میں نے اس فلم کے لئے ششی کپور، ونود کھنہ اور دھرمیندر کے ساتھ کیمرے کا سامنا کیا

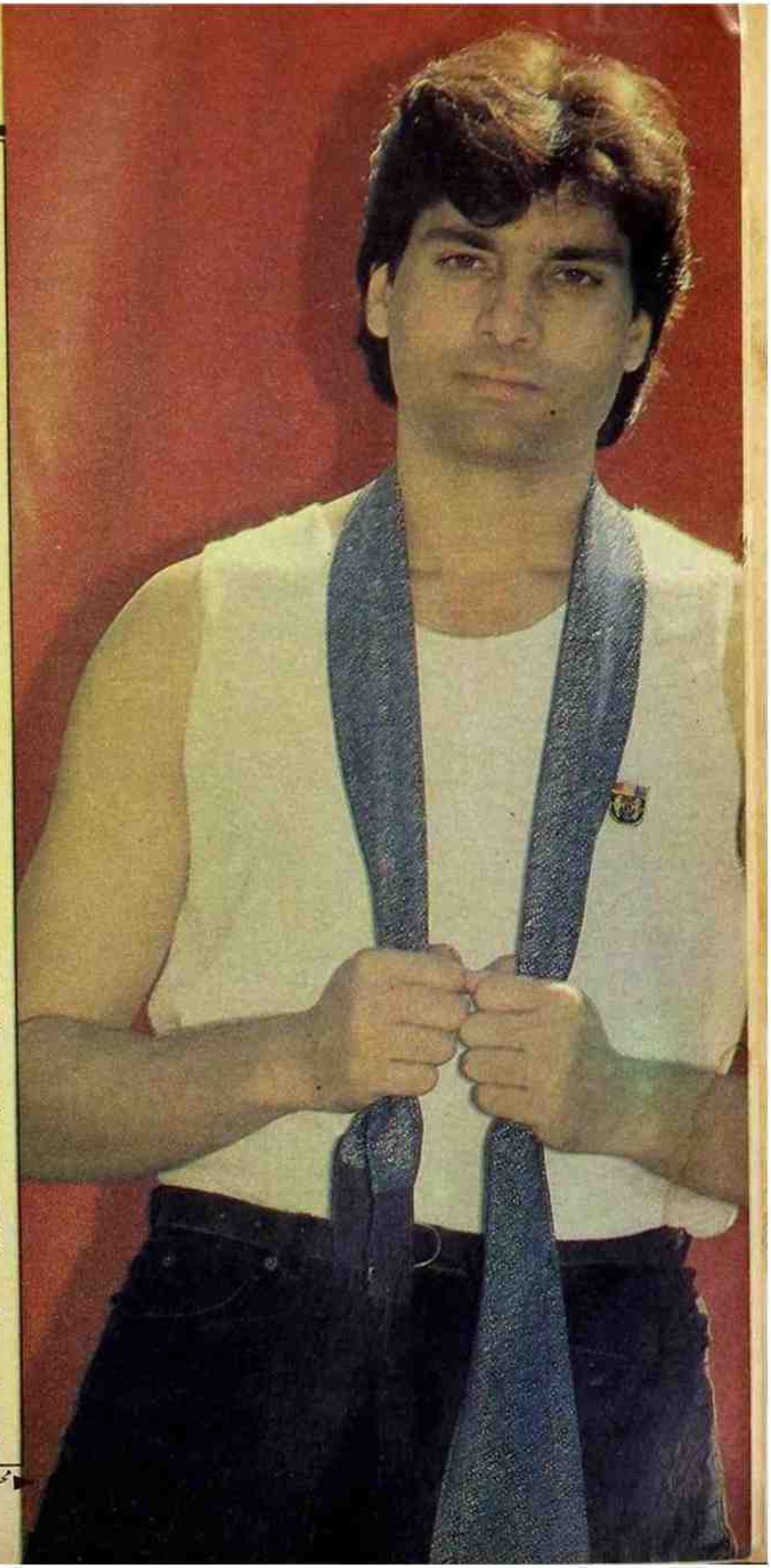

محسن خان (فوٹو: درگا پرساد)

 www.taemeernews.com

تھا۔ بعد میں ان آرٹسٹوں کے ساتھ میں نے جے پور کی آؤٹ ڈور شوٹنگ میں بھی کام کیا میرے ساتھی تاروں میں وہاں پونم ڈھلوں اور آشا پاریکھ بھی تھیں۔ پونم ڈھلوں اس فلم میں میری بیوی کا رول کر رہی ہیں۔ 'بٹوارا' دراصل جاٹوں اور راجپوتوں کے باہمی ٹکراؤ کی کہانی ہے اور ایک ایکشن فلم ہے۔ یہ تین ہیروز اور تین ہیروئنوں کی کہانی ہے۔

پہلی بار میں نے نقلی مونچھیں لگائیں اور کیمرے کے سامنے ایکٹنگ کی۔ میری شوٹنگ جے پور کے سمود محل کے اندر ہوئی۔ اس آؤٹ ڈور میں حصّہ لینے کے بعد میری خود اعتمادی خاصی بڑھی ہے اور میں اس میدان میں کچھ کر دکھانے کا تہیّہ کر چکا ہوں۔ مجھے شوٹنگ پر سب ہی آرٹسٹوں سے بہت محبّت اور عزّت ملی۔ ایسا بالکل محسوس نہیں ہوا کہ میں کسی نئی جگہ آ گیا ہوں۔ میں 'بٹوارا' میں ایک ایماندار پولیس انسپکٹر کا رول کر رہا ہوں۔"

"کرکٹ کے میدان میں اور اداکاری کے میدان میں آپ نے کیا فرق محسوس کیا؟"

"فرق تو بہت بڑا ہے جی۔ کرکٹ کے میدان میں ہر چیز زندہ ہوتی ہے۔ لیکن فلم میں معاملہ برعکس ہے۔ پتہ چلا کہ ایک منٹ کا ایک سین ہے اور آپ سارے دن اسی پر لگے رہیں گے۔ شوٹنگ پر ہر چیز زندگی سے ہٹ کر محسوس ہوتی۔ بڑا ہی مشکل کام ہے ایکٹنگ۔ ایکٹر کو لڑکی کے ساتھ باغ میں کیمرے کے سامنے اکیلا کھڑا کر دیا ہے۔ اب دونوں رومانی مکالمے بول رہے ہیں اور کیمرے کے آس پاس باقی سب لوگ کھڑے ہیں۔ سو دو سو آدمیوں کے سامنے رومانی سین کرنا پڑ رہا ہے۔ حقیقت میں کرکٹ اور فلم میں زمین آسمان کا فرق ہے۔"

"آپ نے ہندوستانی فلموں میں ہی کام کرنے کا فیصلہ کیوں کیا؟ ایکشن، رومان وغیرہ تو پاکستانی فلموں میں بھی ہو رہا ہے۔"

"یہ سوال اکثر لوگ مجھ سے دریافت کرتے ہیں۔ بڑی سیدھی سی بات ہے کہ یہاں فلم کا کاروبار پاکستان کے مقابلے میں بڑے پیمانے پر ہے۔ یہاں فلموں میں زیادہ پیسہ ہے اور زیادہ مواقع بھی ہیں۔"

"کیا آپ نے یہ محسوس نہیں کیا کہ یہاں ہیروز کے درمیان مقابلہ بھی بہت زیادہ ہے؟"

"یہ تو بڑی اچھی علامت ہے۔ مقابلہ جتنا زیادہ ہوگا، بہتر سے بہتر کام کرنے کی تمنّا بھی زیادہ ہوگی۔ میں نے تو یہ بات کرکٹ سے سیکھی ہے، جہاں بہت بڑے پیمانے پر مقابلہ ہوتا ہے۔ میں نے آٹھ دس سال کھیلنے کے بعد جو سیکھا ہے وہ یہ ہے کہ (HOW TO FIGHT) (کس طرح لڑا جائے؟)"

(آگے صفحہ 39 پر)

● پونم ڈھلوں فلم 'بٹوارہ' میں محسن خاں کی ہیروئن کا رول ادا کر رہی ہے (فوٹو: راجو اپادھیائے)

www.taemeernews.com

ستاروں کی دنیا

ہُما

★ لیجیے صاحب ستاروں کا ملن ہو ہی گیا بمبئی میں پیار کی ڈور سے بندھے یہ دو فلمی ستارے سنجے دت اور ریچا شرما امریکہ کے متوالے شہر نیویارک میں ۱۲-اکتوبر کو شادی کی ڈور میں بھی بندھ گئے۔

شادی کی تقریبات دوپہر بارہ بجے کے لگ بھگ نیویارک میں کوئینز کے علاقے فلشنگ کے مندر میں پوری ہندو ریتی رواج کے ساتھ ادا کی گئیں۔

اس شادی کے لئے ۹-اکتوبر تک سب ہی نیویارک پہنچ گئے تھے، اور سب کا قیام Lexington ہوٹل میں تھا۔ ویسے سب سے پہلے دت صاحب نیویارک پہنچے تھے اور سب سے آخر میں دولہا میاں پہنچے۔

شادی کی خوشی میں ڈنر پارٹیاں تو نیویارک پہنچتے ہی شروع ہو گئی تھیں مگر باقاعدہ پہلی تقریب ۱۱-اکتوبر کی رات کو نیویارک سے ستر اسی کلومیٹر دور Long Land ریستوران میں ہوئی۔ یہ ریستوران ایک ہندوستانی کا ہے جس نے اُس رات اپنے گاہکوں کے لئے دروازے بند کر دئے اور شادی میں شرکت کے لئے آنے والے مہمانوں کا خود دروازے پر کھڑے ہو کر استقبال کیا۔

رات دس بجے سے صبح کی پہلی کرن پھوٹنے تک لیڈیز سنگیت ہوتا رہا، ناچ گانا، بھنگڑا، ہنسی مذاق اور پھر پنجابی کھانا۔ اُس رات لگتا تھا یہ محفل نیویارک میں نہیں بمبئی میں دت صاحب کے گھر پر سجی ہے۔

رات کی خماری ابھی دُور نہ ہو پائی تھی کہ ہوٹل میں سب کے دروازوں پر ٹھک ٹھک اور ٹیلی فون کی ٹن ٹن ہوئی کہ جلدی جلدی تیار ہو جائیں۔ لیجیے ساڑھے آٹھ بجے سب لوگ گاڑیوں میں اور اسپیشل بس میں سوار ہو گئے۔ اور قافلہ کوئینز کے علاقہ میں فلشنگ پہنچا۔ یہاں ایک چھوٹا سا مگر خوب صورت مندر ہے۔ ریتی رواج کے مطابق سنجے دت کی سہرا بندی ہوئی۔ بمبئی سے تین درجن پگڑیاں آئی تھیں جو قریبی رشتہ داروں اور دوستوں کے سر پر باندھی گئیں، ایک بڑا سا مکٹ سنجے دت کے سر پر رکھا گیا، یہ بھی بمبئی سے ہی آیا تھا۔

07 www.taemeernews.com

مندر میں سہرا بندی کے بعد وہ ہوا جس سے براتی ہی نہیں نیویارک کے شہری بھی دنگ رہ گئے۔ دت صاحب نے وہ کیا جو امریکہ کیا شاید ہندوستان سے باہر کبھی نہیں ہوا تھا اور نہ شاید پھر ہو سکے۔ نیویارک کے شہریوں نے پہلی بار دیکھا کہ ایک خوب صورت نوجوان سفید رنگ کی گھوڑی پر بیٹھا ہے اور اُس کے آگے آگے آگے سروں پر پگڑیاں باندھے لوگ بھنگڑا کر رہے ہیں، ڈھول بج رہے ہیں، شہنائی بج رہی ہے۔

برات کے آگے آگے امریکن پولیس کی چار گاڑیاں چل رہی تھیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے سفید گھوڑی پر کوئی ہندوستانی شہزادہ چلا جا رہا ہے۔ بس ہاتھ میں تلوار کی کمی تھی جو یا تو لے جانا بھول گئے یا پھر اُسے ہاتھ میں لے کر چلنے کی اجازت نہیں ملی۔

پہلے تو اس علاقہ کے امریکی یہ سمجھے کہ شاید کسی ہندوستانی فلم کی شوٹنگ ہو رہی ہے مگر جب انہیں پتہ چلا کہ یہ فلم کی شوٹنگ نہیں شادی کا اصلی منظر ہے تو سب نے اُس کی فوٹو لیں اُن کے لئے یہ ایک ایسا نظارہ تھا جسے وہ زندگی بھر نہیں بھول سکیں گے۔

برات لڑکی والوں کے گھر نہیں دوسرے مندر میں گئی جو اسی سڑک پر کوئی میل بھر آگے تھا۔ جوں جوں برات آگے بڑھ رہی تھی مہمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

۱۲۔ اکتوبر کو سنجے اور رچا کی شادی کے دن سارے امریکہ میں خوشی کا ماحول تھا، اُس روز پورے امریکہ میں کولمبس ڈے کی عام چھٹی ہوتی ہے اس لئے بُلائے گئے مہمانوں کے ساتھ ساتھ کچھ بن بُلائے ہندوستانی مہمان بھی شریک ہو گئے۔ ان سب کی تعداد لگ بھگ پانچ سو تھی۔ موسم نے بھی ساتھ دیا جو بے حد خوش گوار تھا۔ یعنی ساتھی سے خوب صورت یہ موسم کو بھی خبر ہے۔

دوپہر کے سوا گیارہ بجے برات لڑکی والوں کے مندر کے دروازے پر پہنچی تو لڑکی والوں نے آگے بڑھ کر قدیم ریتی رواج کے مطابق استقبال کیا۔ یہاں ملنی کی رسم ہوئی۔ پہلی ملنی دُولہا کے والد سنیل دت اور دُلہن کے والد کیلاش شرما کی ہوئی جس کے بعد پورا مُبارک باد سے گونج اُٹھا۔ دوسری ملنی دُلہن کے بہنوئی اشوک شرما اور دُولہا کے بہنوئی کمار گورو کی ہوئی۔

تیسری ملنی دُولہا کے ماموں سرور حسین کی اور دُولہن کے ماموں پرمود شرما کے درمیان ہوئی۔

لڑکی والوں نے دُولہا کو گھوڑی سے اُتارا اور مندر کی سیڑھیوں تک لائے تو مہمانوں کی بھیڑ

www.taemeernews.com

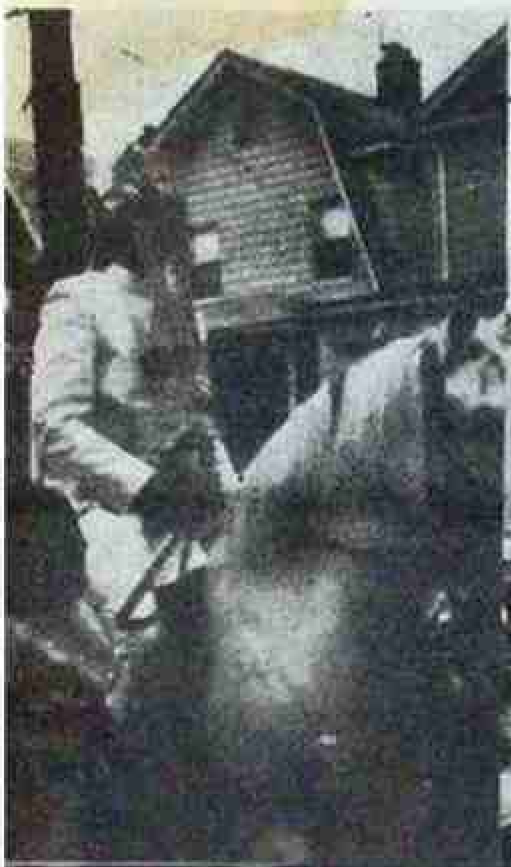

● ہندوستانی رسم و رواج کے مطابق سنیل دت اپنے بیٹے سنجے دت کی بارات
نیویارک میں بھی گھوڑی پر لے کر گئے اور شادی کی رسمیں مندر میں ادا ہوئیں

بے قابو ہو گئی، سب یہ بھول گئے کہ وہ امریکہ میں ہیں، ہیں مجھ پر اور تو مجھ پر۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ وہ دولہا کے قریب رہے۔

دولہا سنجے دت مندر کی سیڑھیوں پر کھڑا ہو گیا۔ اندر سے دلہن رچا شرما کی دونوں بہنیں اُسے لے کر آئیں۔ دولہا سنجے دت نے سلک کی سفید شیروانی، سلک کا سفید صافہ اور سلک ہی کا سفید چوڑی دار پاجامہ زیب تن رکھا تھا جب کہ دلہن آتشی گلابی ساڑی میں ملبوس تھی۔

دولہا کے سر پر چاندی کا بڑا سا مکٹ تھا اور اُس کا چہرہ سہرے کی لڑیوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ دلہن رچا ہاتھوں میں مہکتے پھولوں سے

● لگن منڈپ میں دولہا کو دلہن کا انتظار ہے پاس ہی نرگس دت
کی تصویر رکھی ہوئی ہے دوسری تصویر میں دلہن اور سہرے
کی لڑیوں کے پیچھے دولہا۔

گندھی خوب صورت ورمالا لے کر آئی تھی مگر اُس نے وہ ورمالا آتے ہی دولہا سنجے دت کے گلے میں نہیں ڈالی، اُس نے ایک سمجھ دار لڑکی کی طرح پہلے ہونے والے دولہا کے چہرے پر سے سہرے کی لڑیاں خود ہٹائیں اور باقاعدہ اچھی طرح دیکھ کر اطمینان کرنے کے بعد کہ وہ واقعی اُس کا دولہا ہے تب اُس کے گلے میں ورمالا ڈالی۔ سنجے دت نے دلہن کے دائیں بائیں کھڑی اپنی سالیوں کے گال کا بوسہ لیا اور پھر اپنی مالا دلہن رچا کے گلے میں ڈالی۔

یہ تو تھا مندر کے باہر کا سین آیئے اب مندر کے اندر چلتے ہیں۔

نیویارک کے لحاظ سے یہ اچھا خاصا بڑا مندر تھا مگر وہاں اتنے براتی تھے کہ مندر چھوٹا پڑ گیا تھا۔ ہندو، مسلمان، سکھ، ہندوستانی، پاکستانی، انگریز، امریکن اور دوسری قوموں کے لوگ بلاتفریق مذہب و ملت اور قومیت وہاں موجود تھے۔

● دولہا کے بہنوئی کمار گورو کے سر پر روایتی پنجابی پگڑی اور والد کے سر پر پنجابی کلاہ۔

● شادی کے بعد دولہا دلہن نے نیویارک کے ایک گوردوارہ میں ماتھا ٹیکا۔

09 www.taemeernews.com

مندر کے بیچوں بیچ منڈپ بنا ہوا تھا۔ جس میں سنجے دت کو بٹھایا گیا۔ اُس کا چہرہ ابھی تک سہرے کی لڑیوں سے چھپا ہوا تھا۔ پاس ہی سنجے کی والدہ مرحومہ نرگس دت کی ایک بڑی سی تصویر فریم میں رکھی ہوئی تھی۔ سنجے کے سامنے سنیل دت بیٹھے تھے جس کے دائیں طرف اُن کی بڑی بیٹی نمرتا تھی اور بائیں طرف داماد کمار گورو تھا۔ سنیل دت نے اپنی نواسی شاچی کو گود میں لے رکھا تھا، چھوٹی بیٹی پریہ ان سب کے پیچھے تھی۔

مندر کے بیرونی حصّہ کی طرح اندرونی حصّہ بھی غباروں اور رنگ برنگی کاغذی بیلوں سے سجایا گیا تھا۔ لگن منڈپ کے اوپر ہی نہیں چاروں طرف بھی سنہری رنگ کی جھلملاتی جھالریں لگی ہوئی تھیں۔

شادی کی رسومات شروع ہوئیں، دولہا کا چہرہ ابھی بھی سہرے سے ڈھکا ہوا ہے۔ امریکن پنڈت جی نے سلک کا کرتہ اور سلک کی لنگی پہن رکھی ہے۔ گلے میں رودراکش کی مالا ہے۔ رسم کے مطابق پہلے پھیرے شروع ہوئے۔ سنجے دت نے دُلہن کے والدین کے ساتھ کچھ رسمیں ادا کیں اور پنڈت جی کے ساتھ ساتھ اشلوک پڑھے۔ پنڈت جی نے سنجے کو کچھ پتیاں دیں جو اُس نے اپنے دائیں پیر کے نیچے رکھیں اور پھر بائیں پیر کے نیچے، کچھ پتیاں دونوں پیروں کے بیچ میں رکھیں۔ پنڈت جی نے سنجے کو ایک ہار دیا جو اُس نے اپنی والدہ نرگس کے فوٹو پر ڈال دیا۔ سنیل دت کی نواسی نے اپنی نانی کے فوٹو کو پیار کیا تو نانا کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہوگئیں مگر وہ انہیں کمالِ خوبی سے پی گئے۔

کوئی پندرہ بیس منٹ کی رسومات جن میں سنجے اور اُس کے ساس سُسر نے حصّہ لیا تھا ختم ہوئیں تو رچا اپنی بہنوں کے ساتھ لگن منڈپ میں آگئی۔

سنجے کا مونہہ ابھی بھی سہرے میں چھُپا ہوا ہے مگر رچا کا خوشی سے دمکتا چہرہ صاف نظر آرہا ہے، نہ اُس نے کوئی پردہ کیا نہ کوئی گھونگھٹ نکالا۔

رچا کی ماں نرمل شرما نے اپنی بیٹی کے گلے میں مالا ڈالی اور باپ کیلاش شرما نے ہونے والے داماد کے گلے میں مالا ڈالی۔ پنڈت جی نے رچا سے ایک تھالی میں پیر رکھنے کے لئے کہا جس میں شاید گنگا جل تھا، پھر پیروں پر کوئی چیز ملی گئی اس کے بعد پنڈت جی نے رچا کی آنکھوں میں کاجل لگایا۔

منتر پڑھے جاتے رہے۔ پھر کنیا دان ہوا۔ رچا کے والدین اور اُن کے قریبی رشتہ داروں نے اس میں حصّہ لیا۔ پنڈت جی نے پلاسٹک کی ایک بوتل میں سے گنگا جل ڈالا جو خاص طور سے ہردوار سے اس تقریب کے لئے سنیل دت کے منیجر ایس پی شرما لے گئے تھے۔

سنجے کا چہرہ ابھی بھی سہرے کی لڑیوں سے ڈھکا ہوا ہے، جب کہ رچا کا مونہہ کھُلا ہوا ہے۔ پنڈت جی نے دونوں کے کپڑوں میں گانٹھ لگا کر انہیں جنم جنم کے لئے باندھ دیا۔ تھالی میں پڑا ہوا گنگا جل رچا کے باپ اور رچا نے اپنے دائیں بائیں کاندھوں کی طرف چھڑکا۔ دت صاحب نے اپنی سمدھن نرمل شرما کو گلے لگایا۔

پنڈت جی نے ایک چادر منگوائی جس کو رچا کے ایک کندھے پر ڈالا گیا۔ سنجے نے رچا کی مانگ میں سیندور بھرا، پنڈت جی نے ایک ڈوری دونوں کے ارد گرد ڈال دی، سامنے ایک انگیٹھی لاکر رکھی گئی جس میں ہون کا سامان تھوڑی تھوڑی دیر بعد ڈالا جاتا رہا۔ سنجے نے رچا کے گلے میں منگل سوتر پہنایا اُس کا چہرہ ابھی بھی سہرے کی لڑیوں سے چھُپا ہوا ہے۔

پھیرے ہوئے اور لیجیے شادی ہوگئی، رچا شرما اب رچا دت ہوگئی۔ رچا کا چہرہ خوشی سے پھولا نہیں سما رہا ہے۔ سنجے کا چہرہ ابھی بھی ڈھکا ہوا ہے۔ دت صاحب نے بہو رچا کے کاندھے پر ایک شال ڈالی اور اسے آشیرواد دیا۔

براتی اب مندر سے باہر آرہے ہیں۔ مندر کے پچھلے صحن میں اور دائیں جانب خوبصورت شامیانے لگے ہوئے ہیں جہاں کھانے کا انتظام ہے تمام کھانے خالص ویجیٹیرین یعنی سبزی بھاجی والے ہیں، مرغی، مچھلی، گوشت کی کوئی ڈش نہیں۔ مونہہ میٹھا کرنے کے لئے ایک نہ دو پوری پندرہ قسم کی مٹھائیاں میزوں پر سجی ہوئی ہیں۔ سب کھڑے ہوکر کھانا کھا رہے ہیں اور دولہا دلہن کو مبارک باد دے رہے ہیں۔ کھانے کا انتظام نیویارک کے ایک ہندوستانی ریسٹوران جیکسن ڈائینر نے کیا تھا۔ اس کے مالک سُشکارا صاحب خود بھی مہمانوں کی تواضع کر رہے تھے۔

سنجے دت نے اب سہرے کی لڑیاں ہٹادی ہیں، مگر سر پر مکٹ ضرور ہے کم از کم اب چہرہ تو نظر آرہا ہے۔ دراصل سنجے نے فلمی شادیاں بہت کی ہیں، اصلی شادی کی پوری Feelings کے لئے ہی شاید اُس نے سہرے کو چہرے سے جُدا نہیں کیا۔

اِس تقریب میں نیویارک میں رہنے والے کئی مشہور تاجر، ڈاکٹرز، انجینئرز، سماجی، سیاسی رہنما بھی نظر آئے اور قونصل خانے اور سفارت خانے کے نمائندگان بھی۔ رچا کے کئی رشتے دار امریکہ کی کئی دُور دراز کی ریاستوں سے بھی آئے تھے اور کینیڈا سے بھی۔ رچا کے والد کیلاش شرما کے کئی ذاتی دوست ہندوستان سے آئے تھے کیلاش شرما کے بڑے بھائی بال کرشن شرما اور اُن کی سکاٹ نژاد بیوی سکاٹ لینڈ سے آئے تھے۔ رچا کے بڑے ماموں ششی شرما دلّی سے آئے تھے۔ نرگس مرحومہ کے بھائی اختر حسین کے صاحب زادے عشرت حسین بھی اپنی بیگم اور صاحب زادے کے ساتھ امریکی ریاست آرکنسا سے آئے تھے۔

مہمانوں میں ہندوستان کی سیاسی دنیا کے کئی لوگ بھی نظر آئے فلمی دنیا سے جیکی شیروف اور پرکاش مہرہ آئے تھے۔

سب سے دلچسپ بات یہ ہوئی کہ مندر سے باہر آتے وقت سنجے کے جوتے غائب ہوگئے ظاہر ہے یہ کام اُس کی سالیوں کا تھا۔ اُن کا مطالبہ تھا کہ سنجے جوتی چھُپائی رسم کے لئے کافی

بانی: یوسف دہلوی (مرحوم)
یونس دہلوی
ادریس دہلوی
الیاس دہلوی
صدر دفتر: [illegible] آصف علی روڈ، نئی دہلی ١١٠٠٠٢
ٹیلی فون: 732444 732467 732468
738444 731783
تار کا پتہ: SHAMA NEW DELHI
شمع نئی دہلی
ٹیلیکس: TLX 31-61601 SHMA IN

شمع
دسمبر ١٩٨٧
اشاعت کا [illegible] سال، بارہواں شمارہ
ایک کاپی کی قیمت: ٦ روپے
سالانہ چندے کی قیمت: ٦٥ روپے
[illegible]
مطبوعہ: شمع پریس، شاہدرہ، دہلی ٣٢
[illegible]
طابع و ناشر: یونس دہلوی

مقام اشاعت: [illegible] آصف علی روڈ، نئی دہلی
[illegible]
سرورق: پونم ڈھلوں

10 www.taemeernews.com

● اداکار فلم ساز دھرمیندر کی نئی فلم "گھائل" کا مہورت شاٹ اُس کے بیٹے سنی دیول پر لیا گیا۔ مہورت کلیپ سنی کی والدہ نے دیا۔ دھرمیندر مدراس میں اپنی ایک فلم کی شوٹنگ میں مصروف ہونے کی وجہ سے فلم "گھائل" کے مہورت میں شریک نہ ہو سکا۔

معقول رقم دے۔ سبھی کھانے کے پنڈال میں بہت دیر تک ننگے پاؤں پھرتا رہا آخر کار سالیوں کو رحم آ گیا اور انہوں نے ہندوستان میں جوتی چھپائی کی رقم لینے کے وعدے پر جوتے واپس کر دیے۔

کھانے کے بعد دت صاحب دولہا دلہن اور عزیزوں کو لے کر قریب کے گوردوارے میں ماتھا ٹیکنے کی غرض سے لے گئے۔ وہاں سے پھر رچا کے گھر گئے۔ جہاں سے باقاعدہ طور پر وداع کی رسم ادا کی گئی مگر مختصر انداز سے اور نہایت سادگی سے۔

دولہا دلہن اب Lexington ہوٹل آئے جہاں براتی ٹھہرے ہوئے تھے، ہوٹل کے دروازے پر چاول اور تیل وغیرہ ڈال کر وہ تمام رسومات ادا کی گئیں جو ہندو، پنجابی گھرانوں میں ادا کی جاتی ہیں، ان تمام رسومات میں شام کے ۵ بج گئے۔

ہوٹل میں کچھ ہی دیر آرام کر پائے تھے کہ پھر باہر جانے کی تیاری شروع ہو گئی۔ اب رچا کے والدین کی طرف سے ایک ریسٹوران میں ڈنر تھا جو خالص امریکی طرز کا تھا۔ دس دس مہمانوں کے لئے ایک میز لگی ہوئی تھی، ہر میز پر وہاں بیٹھنے والوں کے نام لکھے ہوئے تھے۔

کچھ دیر بعد بینڈ بجنا شروع ہوا، سنجے اور رچا ہاتھوں میں ہاتھ لئے وہاں آئے، مہمانوں نے میزوں پر رکھی ہوئی شمپین کی بوتلیں کھولیں اور نئے جوڑے کی خوشی کا جام پیا۔

سنجے اور رچا کو ایک اسٹیج پر بٹھایا گیا اور کیک کاٹنے کی امریکی رسم انجام دی گئی۔ پھر ڈانس ہوا جس میں سب نے شرکت کی۔ اسی طرح کھاتے پیتے اور ناچتے نچاتے، جھومتے جھولتے صبح کا ایک بج گیا۔

اب واپسی ہوئی، سب سے پہلے دولہا اور دلہن اپنی کار میں وہاں سے نو دو گیارہ ہو گئے، کہاں گئے یہ بات نہ کسی نے پوچھی نہ انہوں نے بتائی، باقی لوگ اپنے اپنے ٹھکانوں پر گئے۔

۱۳۔ اکتوبر کی شام دت صاحب کے ایک دوست کے گھر ڈنر ہوا، ۱۴۔ اکتوبر کو سنجے دت اور رچا نے رجسٹرار کے دفتر میں جا کر امریکن قانون کے مطابق شادی کی اور ۱۵۔ اکتوبر کو یہ جوڑا ہنی مون کے لئے سوئٹزرلینڈ چلا گیا۔

رچا جو ۲۴۔ جنوری کو بمبئی چھوڑ کر امریکہ چلی گئی تھی ۲۲۔ اکتوبر کو دیوالی کی شام ہندوستانی بہو بن کر واپس آ گئی، دلوں میں روشنی کرنے کے لئے خوشیاں بکھیرنے کے لئے سنیل دت کے گھر میں جو نرگس دت کے بعد سے بہو کا انتظار کر رہا تھا۔

مسافر نیویارک میں شمع کے قلم کار مامون ایمن اور نئی دہلی کے ایس پی شرما کا بھی بے حد ممنون ہے، جنہوں نے شادی کی بہت سی تفصیلات سے مسافر کو آگاہ کیا۔ شادی کی تمام تصاویر کے لئے بھی مامون ایمن شکریہ کے مستحق ہیں۔

★ ابھی کچھ ہی دن ہوئے مسافر نے پھر سنا کہ جیہ پردا نے دوسری بار نیند آور گولیاں کھا کر اپنی جان گنوانے کی کوشش کی۔ موت کا فرشتہ خالباً جیہ پردا کا قیمتی معلوم ہوتا ہے کہ وہ جیہ کی جان لینے کی ہر کوشش کو ناکام بنا دیتا ہے ورنہ جیہ کی طرف سے تو یہی کوشش ہوتی ہے کہ وہ اپنی زندگی کا خاتمہ کرلے۔ اس بار جیہ نے خودکشی کی جو کوشش کی اس کا پس منظر تو مسافر کو معلوم نہیں لیکن مسافر اتنا ضرور بتا سکتا ہے کہ جیہ کی ازدواجی زندگی میں جو کچھ ہو رہا ہے، یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ جیہ بار بار جان دینے کی کوشش کرتی ہے۔

پہلی بار بھی کوئی آٹھ دس مہینے پہلے جیہ نے یہ حرکت اس وقت کی تھی جب اس کا شوہر شری کانت بمبئی آیا ہوا تھا اور اس کے پیچھے پیچھے اس کی پہلی بیوی چندا بھی مدراس سے بمبئی آ گئی تھی۔ یہ بات جیسے ہی جیہ کو پتہ چلی تو وہ سیدھی سن این سینڈ ہوٹل پہنچی جہاں شری کانت ٹھہرا ہوا تھا۔ کہتے ہیں کہ جیہ نے وہاں زبردست ہنگامہ کیا۔ اسی ہنگامے میں کمرے میں لگا ہوا ٹیلی ویژن سیٹ بھی اس سے ٹوٹ گیا۔ ہوٹل میں غصہ اتارنے کے بعد جیہ گھر لوٹی اور کہتے ہیں کہ غصے میں اس نے بڑی تعداد میں نیند آور گولیاں کھالیں۔ جیہ کی قسمت اچھی تھی کہ شری کانت جیہ پردا کے گھر فوراً پہنچ گیا اور اس نے جب جیہ کی حالت خراب دیکھی تو ڈاکٹر کو بلایا اور بروقت طبی امداد مل جانے کی وجہ سے جیہ کی جان بچ گئی۔ یہ پوری کہانی تفصیل سے صرف شمع میں شائع ہوئی تھی، کیونکہ یہ ساری باتیں جیہ کے کچھ قریب لوگوں نے مسافر کو بتائی تھیں۔

ہو سکتا ہے اس بار بھی یہی سوتن کا مسئلہ ہو، مگر جیہ سے کم از کم یہ تو پوچھا جا سکتا ہے کہ اس کو یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ وہ جس مرد سے شادی کر رہی ہے وہ پہلے سے شادی شدہ ہے۔ اس کی ایک خوب صورت بیوی ہے اور بچے بھی ہیں۔ جب جیہ ایک طرف یہ کہتی ہے کہ اس نے صرف شری کانت سے محبت کی وجہ سے اس کی دوسری بیوی بننا پسند کیا تو پھر شادی کے بعد وہ اس حقیقت کو کیسے بھلا دیتی ہے کہ شری کانت کا اپنی پہلی بیوی اور بچوں پر بھی حق ہے۔ اگر وہ اپنی پہلی بیوی اور بچوں کو وقت دیتا ہے تو اس میں

برائی نہیں بلکہ اسی کی اچھائی چھپی ہوتی ہے۔
جیہ بار بار خودکشی کرنے کی کوشش کر کے نہ صرف اپنی بلکہ اپنے شوہر اور اپنے اُن درجنوں پروڈیوسروں کے لئے خطرہ بنتی ہے جن کی جیہ کے ساتھ تقدیریں وابستہ ہیں۔ جیہ کی خودکشی ان سب کی خودکشی کے مترادف ہوگی۔

★ کشور کمار کی موت کے بعد ان کے گھر فلمی اور غیر فلمی لوگوں کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ ہر شخص اشک بار تھا۔ ہر فرد افسردہ تھا۔ مسافر نے اشوک کمار، دھرمیندر، راجیش کھنہ، راج کپور سے لے کر نوشاد، کلیان جی، آر ڈی برمن اور لکشمی کانت تک سب سے باتیں کیں۔ ہر شخص نے کشور کمار کے بارے میں اپنے ذاتی تجربات بتائے اور دل کی گہرائیوں سے خراجِ عقیدت پیش کیا۔ سب کی سب باتیں بتانے کے لئے مسافر کے پاس صفحات نہیں اس لئے صرف کچھ باتیں ہی وہ آپ کو بتا رہا ہے۔

کشور کمار کے بڑے بھائی اشوک کمار نے کہا "میری ترغیب دلانے پر کشور نے فلم انڈسٹری جوائن کی تھی۔ میرے اصرار پر ہی اس نے گلوکاری اور اداکاری کے میدان میں قدم رکھا تھا۔ میں کشور کمار کا صرف بڑا بھائی ہی نہیں تھا اس کا گائیڈ اور رہنما بھی تھا۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ بچپن میں کشور بہت زیادہ روتا تھا اور ماں آ کے کہتی تھی کشور جب چھوٹا سا ہی تھا کہ اس کی ٹانگ میں پھوڑا نکل آیا۔ اُن دنوں درد دُور کرنے کی دوائیں نہیں تھیں اس لئے بے چارہ کشور ۲۴ گھنٹے گلا پھاڑ کر روتا اور درد سے چیختا چلاتا رہتا تھا۔ یہ بیماری قدرت کا عطیہ سمجھئے کیوں کہ مسلسل چیخنے چلانے کی وجہ سے اس کا گلا صاف ہو گیا اور آگے چل کر گائیکی میں کام آیا۔ کشور عام طور سے گانے کی ریہرسل اسی طرح چیخ چلا کر کرتا تھا جیسے اس کے پھوڑا نکلا ہو۔

ایک دن میں رجسٹرار کے دفتر گیا وہاں مجھے پتہ چلا کہ کشور نے روما سے شادی کر لی ہے۔ جب میں نے کشور سے اس سلسلے میں بات کی تو اس نے جواب دیا تھا "دادا منی! میں نے شادی کہاں کی ہے، میں نے تو اُسے صرف رجسٹرڈ کرایا ہے۔"

ایسا تھا میرا کشور۔ میرا بیٹا

تا منگیشکر نے ماضی کے دریچوں میں جھانکتے ہوئے کہا: "کشور جی سے میرا تقریباً چالیس سال ساتھ رہا۔ ان کا پہلا دوگانا میرے ساتھ ہوا تھا۔ فلم کا نام 'ضدی' تھا جو ۱۹۴۸ء میں بنی تھی اور گانے کے بول تھے: 'یہ کون آیا رے' اس فلم میں کشور نے مالی کا ایک چھوٹا سا رول بھی ادا کیا تھا۔ وہ مجھ سے صرف ایک مہینے بڑے تھے — میں ستمبر ۱۹۲۹ء کو پیدا ہوئی اور کشور جی اگست ۱۹۲۹ء میں پیدا ہوئے تھے۔ ہر رکشا بندھن کے موقع پر میں ان کو راکھی باندھتی تھی اور وہ بھی مجھ سے بہن جیسا سلوک کرتے تھے۔

پچھلے کچھ سالوں سے وہ دیس بدیس میں کافی اسٹیج پروگرام کرنے لگے تھے۔ میں بھی ان کو منع کرتی اور ان کی بیوی لینا بھی۔"

شتروگھن سنہا نے مسافر کو بتایا: "وزیراعظم راجیو گاندھی نے کشور کمار کے انتقال پر غم اور دُکھ کا اظہار کیا ہے۔
ایمرجنسی کے دنوں میں ریڈیو اور ٹی وی سے ابھی کشور کمار کے گانے بجنے بند کرا دئے گئے تھے۔ ان کی صرف یہ خطا تھی کہ وہ دہلی میں ہونے والے فیملی پلاننگ کے شو میں نہیں آ گئے تھے۔ اتنی سی بات کی کتنی بڑی سزا۔ اور یہ سزا کشور کے لئے نہیں، اُن کے کروڑوں چاہنے والوں کو دی گئی تھی جو ان کے گانوں سے محروم ہو گئے تھے۔

لکشمی کانت پیارے لال نے بتایا "جس طرح رفیع صاحب اور مکیش جی اپنا الگ مقام رکھتے تھے ویسے ہی کشور جی کا اپنا الگ مقام تھا، منفرد انداز تھا۔ رفیع کے انتقال کے بعد ان کا خلا کشور جی نے پورا کیا تھا مگر اب سوچنا پڑے گا کہ کس گلوکار سے گیت لیں۔ خاص طور پر کامیڈی گیت کے بارے میں تو اب سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ دیکھا جائے تو مردانہ گائیکی سے ہر اچھی آواز اُٹھ گئی۔ یہ میدان خالی ہو گیا ہے۔

کشور جی کسی زمانے میں اپنے معاوضے کے لئے بڑا سخت رویّہ اپناتے تھے۔ کسی پر ایک پیسہ بھی نہیں چھوڑتے تھے۔ کبھی اتنے موڈی ہو جاتے تھے کہ ریکارڈنگ کی تاریخ دینے کے بعد بھی ریکارڈنگ تھیٹر نہ پہنچتے اور اگر پہنچتے بھی تو گھنٹوں انتظار کراتے تھے مگر پچھلے سات آٹھ ماہ سے ہم نوٹ کر رہے تھے کہ کشور جی تقریباً بالکل بدل گئے تھے۔ کافی منکسر المزاج ہو گئے تھے۔ بار بار یہ کہتے تھے کہ پیسہ تو میں نے بہت کمایا اب پیسے کے لئے سوچنا بند کر دیا ہے۔ اب میں ان لوگوں کے کام آنا چاہتا ہوں جو مجھے میرا معاوضہ نہیں دے سکتے۔"

نوشاد صاحب نے کشور کمار کو اپنا خراجِ عقیدت اس طرح پیش کیا: "مکیش گئے، محمد رفیع گئے اور اب کشور کمار بھی چل بسے — مکیش جی اور محمد رفیع کا انتقال بھی تقریباً اسی عمر میں ہوا تھا جس عمر میں کشور کمار کا ہوا ہے۔ آسودہ زندگی گزارنے والے اتنی کم عمر میں چل بسیں، آخر اس کا راز کیا ہے۔ ان اموات کا ذمہ دار کون ہے۔ میری دانست میں ان فن کاروں پر کام کا بوجھ زیادہ نہیں ہونا چاہئے۔ مگر ہم فلم والے بڑے خود غرض واقع ہوتے ہیں۔ انہیں اس سے کوئی واسطہ نہیں کہ جس سے وہ گیت گوانا چاہتے ہیں وہ بیمار ہے، کمزور ہے۔ انہیں تو وہ گلوکار یا گلوکارہ چاہئے جو آسانی کے ساتھ گیت گا دے انہیں محنت نہ کرنا پڑے اور جس کا نام بھی بکتا ہو۔ کشور کی موت ایسی ہی گستاخیوں کا انجام ہے۔ کشور دل کے مریض تھے اور ان پر کام کا بے حد بوجھ تھا۔

میری کسی فلم میں کشور کمار کا گانا شامل نہیں ہوا۔ اس کا مطلب یہ نہیں لگانا چاہئے کہ وہ اچھے

شمع کا انٹرنیشنل ایڈیشن گھر بیٹھ کر پڑھئے
زیادہ صفحات کے ساتھ

برطانیہ اور یورپ میں مقیم شمع کے پروانوں کی سہولت کے لئے ہم نے شمع انٹرنیشنل ایڈیشن ڈاک کے ذریعے آپ کے گھر تک پہنچانے کا انتظام کیا ہے۔ ہم برطانیہ میں شمع کے منظور شدہ ایجنٹ ہیں۔ برطانیہ کے لئے سالانہ خریداری بمعہ پوسٹ ۲۱ پونڈ اور یورپ کے لئے ۲۵ پونڈ ہے۔ آج ہی ڈرافٹ یا چیک EASTEND PRINTERS کے نام پر بھیجیں۔ خریداری کی رقم بھیجنے کی تاریخ سے قبل کا پرچہ مفت بھیجا جائے گا۔
شادی کارڈ کے علاوہ ہر قسم کی پرنٹنگ کا کام بھی تسلی بخش کیا جاتا ہے۔

پروپرائٹر: عبدالرزاق
EASTEND PRINTERS
30, COLSTON ROAD,
LONDON
E-7 TEL. 470-5876

www.taemeernews.com

گلوکار نہیں تھے بلکہ حقیقت یہ بھی ہے کہ میں جس قسم کے گیت کمپوز کرتا ہوں اُن میں کشور کمار کی آواز میل نہیں کھاتی تھی۔ ان کے ساتھ گیت کا موقع فلم "دستخط (اسفار)" میں آیا جب میں نے پہلی بار کشور کمار اور آشا بھوسلے کی آواز میں ایک دوگانا ریکارڈ کرایا تھا مگر بعد میں ایڈیٹنگ کے وقت اُسے فلم سے نکال دیا گیا۔"

آر ڈی برمن نے کہا "میں اور کشوردا ۱۹۴۹ سے ایک دوسرے کو جانتے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کشوردا نئے نئے انڈسٹری میں آئے تھے اور میرے پتا جی ایس ڈی برمن کے ساتھ کچھ فلموں میں گیت گا رہے تھے۔

لوگ کشوردا کے بارے میں ہزار طرح کی باتیں کرتے تھے۔ کنجوس ہیں، پیسے کے دیوانے ہیں، سر پھرے انسان ہیں، وقت کے پابند نہیں۔ مگر یہ سب ان کا ظاہری روپ تھا۔ وہ حقیقت میں بے حد مہربان، کسی کی برائی نہ کرنے والے، لوگوں کی بے لوث اور خاموشی کے ساتھ مدد کرنے والے انسان تھے اور یہ سب باتیں میں وثوق کے ساتھ اس لئے کہہ رہا ہوں کہ میں کشوردا کو ذاتی طور پر جانتا تھا۔

کشوردا کتنے عظیم

انسان تھے۔

کہ ریکارڈنگ کے بعد کشوردا کو کئی بار ایسے چیک دے گئے جو کبھی کیش نہیں ہوتے مگر کشوردا نے اس کی شکایت کبھی متعلقہ پروڈیوسر سے نہیں کی۔ ان کی زندگی گزارنے کا طریقہ کچھ ایسا تھا کہ جو ہو رہا ہے ہونے دو۔ کشوردا کے انتقال سے مردانہ گائیکی کا ایک سنہری دور ختم ہو گیا۔ انہوں نے جو جگہ چھوڑی ہے وہ کبھی پوری نہیں ہو گی۔"

★ یہ کئی سال پہلے کی بات ہے کشور کمار اپنی کسی فلم کی شوٹنگ کر رہے تھے یعنی ڈائرکٹر بھی خود تھے اور ایکٹر بھی خود ——— یہ راج کمل اسٹوڈیو کی بات ہے۔ لنچ کا وقت ہوا تو ان کی بیوی لینا کار میں آئی اور ٹفن کیریئر دے کر چلی گئی۔

"لینا مجھے باہر کا کھانا کھانے نہیں دیتی' خود کھانا لے کر آتی ہے اور اپنے سامنے کھلاتی ہے آج اُسے کہیں جانا ہو گا تب ہی ملازم کو کھانا دے کر چلی گئی ہے۔"

مسافر نے کشور کے اچھے موڈ کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے اُن سے اُن کی بیویوں روما، مدھوبالا، یوگیتا بالی اور لینا کے بارے میں بات چھیڑی تو کشور نے بلا تکلف بولنا شروع کر دیا، مگر افسوس شوٹنگ کی وجہ سے طویل گفتگو نہ ہو سکی اور کشور نے اس موضوع کو اگلی ملاقات کے لئے ملتوی کر دیا۔ کشور سے اس بیچ ملاقاتیں تو ہوئیں، مگر کبھی اُن کے پاس وقت نہ ہوتا اور کبھی موڈ نہ ہوتا۔ نتیجہ یہ کہ ایک دلچسپ گفتگو ادھوری ہی رہ گئی۔

اب مسافر کو اچھی طرح یاد بھی نہیں کہ کشور نے کیا کچھ کہا تھا، کچھ پرانے کاغذات میں اس ملاقات کی کچھ باتیں نوٹ ہیں جن کے سہارے سے مسافر کچھ یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہے:

"میری پہلی بیوی روما تھی۔ شادی کے بعد مجھے اندازہ ہوا کہ ہم دونوں کے نقطۂ نظر میں کافی تضاد ہے۔ روما کو گھر کے ساتھ اپنے کیریر کی بھی فکر تھی جب کہ مجھے ایک ایسی جیون ساتھی کی ضرورت تھی جو صرف گھر کی دیکھ بھال کرے۔ میں شیدھا سادھا دیہاتی انسان ہوں ان جھمیلوں کو کیسے برداشت کر سکتا تھا کہ بیوی کو گھر سے زیادہ اپنے کیریر کی فکر ہو۔ میرے نزدیک تو بیوی کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے خاوند، اپنے گھر اور اپنے بچوں کی ہو کر رہے۔ اور پھر ایک گرہستی عورت کے لئے یہ مشکل بھی ہے کہ وہ ایک ساتھ اتنے کام آسانی کے ساتھ نبھا سکے۔ یہی وجہ تھی کہ ہمارے راستے جُدا ہو گئے۔

مدھوبالا سے جس زمانے میں میں نے شادی کا وعدہ کیا تھا اُن دنوں بھی وہ بیمار تھی اور جب میں نے شادی کی تو اُن دنوں تو وہ بہت زیادہ بیمار تھی۔ مگر میں نے شادی کا وعدہ کیا تھا لہٰذا اسے پورا کیا حالانکہ اس حقیقت سے میں پوری طرح واقف تھا کہ میں جس عورت کو اپنی بیوی بنا رہا ہوں وہ دل کی مریضہ ہے اور ہر پل اُس کی زندگی موت کی طرف بڑھ رہی ہے۔ نو سال تک میں نے مدھوبالا کی تیمارداری کی۔ میں اُسے اپنی آنکھوں کے سامنے مرتے ہوئے دیکھتا رہا۔ مدھو جتنی حسین عورت تھی اُس سے زیادہ المناک زندگی اُس نے گزاری، اسی طرح نہایت تکلیف دہ اس کی موت ثابت ہوئی۔ بیماری سے پہلے مدھوبالا کتنی مصروف رہتی تھی۔ مگر یہی مصروف عورت نو سال تک بستر پر پڑی رہی اور ان تمام سالوں میں مدھو کے قریب رہا اُسے ہنساتا تھا، اُسے لطیفے سناتا تھا، تاکہ موت کے قریب کھڑی مدھو کو یہ احساس نہ ہو کہ اُس کا اس دنیا میں کوئی نہیں۔

میں یوگیتا بالی سے اپنی شادی ایک مذاق سمجھتا ہوں۔ میری رائے میں یوگیتا نے شادی کو سنجیدگی سے نہیں لیا۔ اُسے اپنے شوہر اور گھر کی بجائے ہمیشہ اپنی ماں کا خیال لگا رہتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ شادی کے بعد بھی وہ زیادہ وقت اپنی ماں کے ساتھ گزارتی تھی۔ اچھا ہی ہوا کہ ہم دونوں نے

● کشور کمار کے بیٹے امت کمار کی شادی ... [see note]

13 www.taemeernews.com

جلد ہی اپنے راستے بدل لئے۔

لینا چنداورکر بھی حالانکہ فلم ایکٹریس تھی مگر سب سے جدا، سب سے مختلف۔ لینا کے پہلے شوہر سدھارتھ بندودکر کی اچانک موت نے لینا کو بدل کر رکھ دیا۔ وہ زندگی کا مفہوم سمجھ گئی۔ اس حادثے نے لینا کو سنجیدگی اور متانت کی تصویر بنادیا۔ لینا کی صورت میں مجھے ایک آئیڈیل بیوی مل گئی تھی جو ہر دم میری، گھر کی اور بچوں کی فکر رہتی ہے۔"

جس دن کشور کا انتقال ہوا اسی روز وہ دہلی سے ملنے والے تھے۔ کشور کمار کا ارادہ پہاڑوں کے پس منظر پر ایک فلم بنانے کا تھا جس کے لئے کشور دہلی کو سائن کرنا چاہتے تھے۔

اگلے دن کشور کمار رمیا اس کی ایک فلم بطور ہیرو سائن کرنے والے تھے جس میں ان کے ساتھ دونوں بھائی اشوک کمار اور انوپ کمار بھی کام کرتے اور فلم بینوں کو "چلتی کا نام گاڑی" کے تینوں کرداروں کو ایک بار پھر ایک فلم میں دیکھنے کا موقع ملتا۔

کشور کمار کا یہ ارادہ بھی تھا کہ وہ اور دیوآنند مل کر پہلی بار ایک اسٹیج شو منعقد کریں مگر موت نے اس کی مہلت نہ دی۔

★ سورت میونسپل کارپوریشن نے سنجیو کمار کی یاد میں ایک روڈ کا نام سنجیو کمار روڈ رکھا ہے۔ سنجیو کمار کا بچپن اسی سڑک کی ایک عمارت میں گزرا تھا۔

★ کپور خاندان کی لڑکیاں فلموں سے دور رہتی تھیں مگر اب یہ روایت ششی کپور کی بیٹی سنجنا کپور توڑ رہی ہے۔ سنجنا کپور کو پروڈیوسر گل آنند نے اپنی نئی فلم "ہیرو ہیرالال" میں نصیرالدین شاہ کی ہیروئن بنایا ہے۔ آج کل اس فلم کی شوٹنگ حیدرآباد میں ہو رہی ہے۔

★ ٹی وی اور فلموں کے مشہور اداکار آلوک ناتھ کی ۸۔ نومبر ۱۹۸۷ کو دہلی میں آشو کے ساتھ شادی ہوگئی۔ ۱۳۔ نومبر کو بمبئی میں شادی کی خوشی میں استقبالیہ دیا گیا۔

★ سورج کمار نے حال ہی میں اپنی فلم "کلرک" کی آؤٹ ڈور شوٹنگ دہلی اور اس کے قریب وجوار کے علاقوں میں مکمل کی۔ جس میں سورج کمار کے علاوہ ریکھا، انیتا راج، راجندر کمار، ششی کپور، پریم چوپڑہ، اوم شیوپوری، اروناایرانی، راجندر ناتھ، سونیکا اور راہول نے حصہ لیا۔

★ بمبئی میں آج کل ایک فلم "پشپک" کا تذکرہ ہر طرف ہو رہا ہے۔ اس فلم کی خوبی یہ ہے کہ بولتی فلموں کے دور میں یہ خاموش فلم ہے۔ اس فلم میں کمل ہاسن، امالا، سمیر، کھنگر، فریدہ جلال اور ٹینو آنند نے کام کیا ہے۔ اس فلم میں نہ کوئی مکالمہ ہے نہ گیت۔

★ "شہنشاہ" جس کی نمائش کی تاریخ ۱۳۔ نومبر طے ہوگئی تھی۔ اب ایک بار پھر آگے بڑھ گئی ہے۔ "پتی پرمیشور" جسے ۲۳۔ اکتوبر کو ریلیز ہونا تھا، سنسر کے جھگڑوں میں پھنس گئی ہے۔

★ پچھلے دنوں سریش واڈیکر ایک گیت کی ریکارڈنگ کے بعد اپنے گھر واپس جارہا تھا کہ تین نوجوانوں نے جو موٹر سائیکلوں پر سوار تھے سریش واڈیکر کی کار کو روکا۔ کار سے باہر گھسیٹا اور لوہے کی سلاخوں سے حملہ کردیا۔ سریش واڈیکر کی حالت ٹھیک ہے اور بمبئی پولیس اس کار کے چوروں اور اس پر حملے کے ملزمان کی تلاش کر رہی ہے۔

★ ۲۶۔ نومبر کو جے پور کے سوائی مان سنگھ اسٹیڈیم میں لتا منگیشکر نائٹ کا اہتمام کیا جارہا ہے۔ اس شو میں لتا کے علاوہ اوشا منگیشکر، نتن مکیش اور محمد عزیز حصہ لیں گے۔ اس شو کی تمام آمدنی راجستھان کے وزیراعلیٰ کے قائم کردہ خشک سالی ریلیف فنڈ میں دی جائے گی۔ تمام فن کار جو اس شو میں شرکت کریں گے وہ کسی قسم کا معاوضہ نہیں لیں گے۔

★ مسافر کو پتہ چلا ہے کہ پاکستان ٹیلی ویژن سے بھی ناشتے کے وقت پروگرام شروع کرنے کی تجویز پر سنجیدگی سے غور کیا جارہا ہے۔ اگر یہ تجویز منظور ہوگئی تو عین ممکن ہے ۲۵۔ دسمبر سے پروگرام شروع کردئے جائیں جو بانیِ پاکستان کا یوم پیدائش ہے۔

★ سنسر بورڈ نے فلم "گھر میں رام گلی میں شیام" نام سے "گھر میں رام" نکال دینے کے لئے کہا ہے۔

●●

پیغامات

آپ کو اپنے بیٹے یا بیٹی کے لئے دلہن کی تلاش ہو یا دولہا کی یا اپنے لئے خود شریک زندگی تلاش کرنا ہو "شمع" کے ذریعہ اپنا پیغام دنیا بھر میں پہنچائیے اور بہترین رشتہ تلاش کیجئے۔ اس خدمت کے لئے ہم آپ سے مختصر پیغام کی اجرت "شمع" کے ایک کالم کی دس سطروں کے لئے صرف دو سو پچاس روپے لیں گے۔ اس سے زیادہ مضمون ہوا تو فی سطر پچیس روپے زائد۔ رازداری اور سہولت کے خیال سے آپ چاہیں تو لیے تمام خطوط ماہنامہ "شمع" آصف علی روڈ، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲ کی معرفت بھی منگا سکتے ہیں۔ ہر اشتہار دینے والے کو ہم اپنے خرچ پر ایک بکس الاٹ کریں گے، جس میں ان کی تمام ڈاک رکھی جائے گی اور پیغام کی اشاعت کے دو ماہ بعد تک ہر ہفتے جتنے خط اس بکس میں جمع ہو جائیں گے وہ اکٹھا کرکے اپنے خرچ پر رجسٹری ڈاک سے پیغام شائع کرانے والوں کو بھجوا دیں گے۔ غیر ملکی پیغام والوں سے اجرت چار سو روپے لی جائے گی۔ کیونکہ ڈاک خرچ وغیرہ زیادہ صرف ہوتا ہے۔ پیغام کے ساتھ فوٹو بھی چھپوانا ہو تو مزید ایک سو روپیہ بھجوائیں۔

آج ہی پیغام کے مضمون کے ساتھ پوری اجرت کے منی آرڈر کی ڈاک خانہ سے ملنے والی رسید یا بینک ڈرافٹ بھجوائیں۔ غیر ملکی پیغام والے ڈرافٹ کسی بینک سے لیں۔ انشورنس یا دوسری پرائیویٹ کمپنیوں کے ڈرافٹ چیک کی شکایت کے لئے قبول نہیں کئے جاتے۔ اشاعت کے لئے پیغامات اور اجرت بھیجنے کا پتہ:

SHAMA MAGAZINE, ASAF ALI ROAD, NEW DELHI-110 002

★ ایک کمپنی میں فنانشل عہدے پر فائز، دراز قد، عمر ۲۳ سال کے لئے امریکن فیملی خوب صورت دوشیزہ کا رشتہ مطلوب ہے، جس کی عمر ۲۵ سال کے قریب ہو۔ امورِ خانہ داری سے واقف ہو۔ مکمل کوائف اور تصویر کے ساتھ رجوع کریں۔ اگر لڑکی بیوہ ہے تب بھی خط و کتابت ہو سکتی ہے۔

BOX 828 C/o SHAMA MAGAZINE, ASAF ALI ROAD, NEW DELHI-110 002

★ سنی سید گھرانے کے کنوارے بھائی اور بہن، عمر ۲۰ سال، تعلیم بی اے، خوب سیرت، امورِ خانہ داری میں ماہر۔ بھائی عمر ۳۰ سال انٹرمیڈیٹ، چار سال سے سعودیہ میں ملازم کے لئے خوب صورت اور خوب سیرت، امورِ خانہ داری میں ماہر لڑکی درکار ہے۔ جہیز کی ضرورت نہیں۔ یوپی اور دہلی والوں کو ترجیح دی جائے گی۔ حالیہ فوٹو کے ساتھ تفصیل سے لکھیں۔ شادی جلد کرنی ہے۔

BOX 829 C/o SHAMA MAGAZINE, ASAF ALI ROAD, NEW DELHI-110 002

★ بہار سرکار کے آبپاشی ڈپارٹمنٹ میں اسسٹنٹ انجینئر، شیخ سنی لڑکے کے لئے ایک تعلیم یافتہ، تندرست، خوب صورت اور خوب سیرت شریف گھرانے کی لڑکی کا رشتہ مطلوب ہے۔ تصویر اور مکمل تفصیل کے ساتھ رابطہ قائم کریں۔ بہار کی لڑکی کو ترجیح دی جائے گی۔

BOX 830 C/o SHAMA MAGAZINE, ASAF ALI ROAD, NEW DELHI-110 002

ضروری اطلاع: شمع میں شائع ہونے والے پیغامات کے وہ جواب جو بکس نمبر کے پتہ پر ہمیں ملتے ہیں، کھولے بغیر ہی پیغام شائع کرانے والوں کو بھیج دئے جاتے ہیں۔ اس کے بعد خط و کتابت براہِ راست کرنا چاہئے۔ بکس نمبر کے پتہ پر رجسٹری نہ بھیجئے۔ ہم اس خدمت میں رجسٹری خطوط قبول نہیں کرسکتے۔ پیغام شائع کرانے والوں یا ان کے جواب بھیجنے والوں کے سلسلے میں ہم کوئی ذمہ داری قبول نہیں کرسکتے۔ رشتے کرتے وقت طرفین ایک دوسرے کے بارے میں خود ہی معلومات حاصل کرکے اطمینان کریں۔

—— مدیران

14 www.taemeernews.com

▲ سری لنکا کی بیتا

بنگلہ دیش کی سستما شاہی ▼

فلم ساز و ہدایت کار

علی سفیان آفاقی لاہور سے لکھتے ہیں۔

باتیں پرڈوس کی

"ہر کمالے رازوالے" کا عملی ثبوت دیکھنا ہوتو انور کمال پاشا کو دیکھئے۔ ایک زمانہ تھا جب پاکستان کی فلمی صنعت محض انور کمال پاشا پر مشتمل تھی۔ وہ فلمیں بناتے تھے۔ کہانیاں اور مکالمے لکھتے تھے۔ ہدایت کاری کرتے تھے۔ تقسیم کار بھی تھے۔ اس دور میں بڑی بڑی بھارتی فلمیں کھلے عام پاکستان میں نمائش کے لئے پیش ہوتی تھیں۔ ان کے مقابلے میں مقامی بے مایہ اور بے آسرا فلموں کا چراغ کیوں کر جل سکتا تھا۔ مگر انور کمال پاشا کی فلمیں محبوب، راج کپور، بمل رائے، شانتارام کی فلموں کے مقابلے میں سنیماؤں میں لگتی تھیں اور کامیابی حاصل کرتی تھیں۔ عروج اور زوال فلمی صنعت میں ایک عام دستور ہے لیکن انور کمال پاشا اپنی زندگی ہی میں "لیجنڈ" بن گئے۔ ان جیسا دوسرا پاکستان اور ہندوستان میں دوسرا کوئی نہیں ہوا نہ ہوگا۔ ان کی کہانیاں اور مکالمے دیکھنے اور سننے کے لئے لوگ سنیماؤں پر ٹوٹ پڑتے تھے۔ ایک ایک مکالمے اور ایک ایک شاٹ پر داد دیا کرتے تھے۔ سڑکوں پر ٹریفک بند ہو جاتی تھی۔ وہ بڑے اداکاروں کے محتاج نہیں تھے۔ جسے فلم میں کاسٹ کر لیا وہ ان کی کہانی، مکالموں اور ہدایت کاری کے زور پر سپر سٹار بن گیا۔ انہوں نے ان گنت ہدایت کار، مصنف، ہنرمند اور اداکار پیدا کئے۔ جنہوں نے ہر شعبے میں بہت نام پیدا کیا۔ حقیقت میں فلمی دنیا میں بلکہ پاکستان بھر میں ان کا طوطی بولتا تھا۔ ایسی شہرت، ایسی عزت ایسی دولت، ایسا مقتدر! اس کی مثال آج تک پیدا نہ ہو سکی۔ ایک وقت تھا جب پاکستان میں صرف ہی فلمیں بناتے تھے۔ سخاوت اور ہمدردی کا یہ عالم کہ درجنوں مصنف اور شاعر سٹوری ڈیپارٹمنٹ میں رکھ چھوڑے تھے جنہیں باقاعدگی سے تنخواہیں ملتی تھیں۔ ہر شعبے میں معاوضے بڑھانے کا سہرا بھی اُن کے سر ہے۔ وہ درحقیقت ایک عہد ساز شخصیت تھے۔ وہ بہتر کی بہتر کی تلاش میں رہا کرتے تھے۔ ایک بار ایک کہانی کی سچویشن کے سلسلے میں اُلجھ گئے۔ سعادت حسن منٹو سے ملے اور کہا "منٹو صاحب آپ سے ایک کہانی کی سچویشن کے بارے میں مشورہ لینا ہے؟"

منٹو صاحب نے کہا "میں معاوضہ لئے بغیر مشورہ نہیں دیا کرتا" پاشا صاحب نے عقب میں کھڑے پروڈکشن کنٹرولر کی طرف دیکھا جس نے فوراً چیک بک پیش کر دی۔ پاشا صاحب نے پانچ سو روپے کا چیک لکھ کر منٹو صاحب کے حوالے کیا اور کہا "اب فرمائیے۔ اس مشکل کا حل کیا ہے؟" یہ گئے دنوں کی بات ہے۔ جب منٹو صاحب سے اُن کے تعلقات اچھے نہیں تھے اور پاکستان میں پوری کہانی کا معاوضہ پانچ سو یا ایک ہزار روپیہ ہوا کرتا تھا۔ پاشا صاحب پچھلے دس بارہ

◄ بنگلہ دیش کی نوتن ترکی کی نازاں ساعتی ▲

سال سے فلمی دنیا سے قریب قریب کنارہ کش ہو کر رہ گئے تھے قرآن شریف کی تفسیر لکھنے میں مصروف تھے اور فلمی صنعت کے لئے ایک بھولی بسری داستان بن گئے تھے۔ عروج و زوال کی ایسی داستانیں بھی فلمی دنیا میں کم ہی ملیں گی۔ پچھلے مہینے صبح اُٹھے، چائے پی اور یہ کہہ کر سو گئے کہ کرکٹ میچ دیکھنے کے لئے نو بجے مجھے جگا دینا۔ مگر وہ نیند ہی کے عالم میں دائمی نیند سو چکے تھے۔ ۶۲ سال کی عمر پائی۔ غلام، گمنام، قاتل، دو آنسو، سرفروش، انارکلی، چن ماہی، وطن وغیرہ ان کی قابل ذکر فلمیں

www.taemeernews.com

ہیں۔ ویسے فہرست بہت طویل ہے۔ اسی طرح ان کے شاگرد ہدایت کاروں، فلم سازوں، ایڈیٹروں اور اداکاروں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ — حکیم احمد شجاع پاشا جیسے فاضل کے صاحبزادے تھے۔ کسٹمز کی نوکری چھوڑ کر فلم میں آئے اور ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر گئے۔ عروج اور زوال اُن کی زندگی کے دونوں رُخ ایسے ہیں کہ دوسری اس سے بہتر اور جامع مثال پیش نہیں کی جا سکتی۔ پاکستانی فلم پروڈیوسرز ایسوسی ایشن کے چیئرمین بھی رہے اور فلم سنسر بورڈ کے ممبر بھی۔ اب پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ۔

بعض سیاست دانوں کو "مردِ بحران" کہا جاتا ہے۔ فلم ساز و ہدایت کارہ شمیم آرا کو "خاتون بحران" کہنا درست ہو گا۔ منیلا میں تشدد، جلسے، جلوس، گولیاں۔ انقلاب کے ہنگامے تھے اور وہ اپنی فلم "لیڈی سمگلر" کی شوٹنگ کے لیے منیلا پہنچی ہوئی تھیں۔ اب بنگلہ دیش اور خصوصاً ڈھاکہ ہنگاموں اور بحرانوں کی زد میں ہے تو وہ بنگلہ دیش گئی ہوئی ہیں اپنی نئی فلموں "لیڈی کمانڈو" اور "ناگ رانی" کی شوٹنگ کے انتظامات کے سلسلے میں۔ سب نے انہیں سمجھایا۔ یہاں تک کہ ڈھاکہ کے شریک فلم ساز نے بھی مشورہ دیا کہ ابھی کچھ دن رک جائیے مگر شمیم آرا جب رکتی ہیں تو بلاوجہ رکی رہتی ہیں جس طرح بعض انجن ایک ہی اسٹیشن پر شنٹنگ کرتے رہتے ہیں۔ مگر جب اسٹارٹ لیتی ہیں تو لائن کلیئر کی بھی پروا نہیں کرتیں۔ انہیں نومبر میں شوٹنگ کرنی ہے۔ سری لنکا اور منیلا میں یہ فلم بندی ہوگی۔ اب ان دونوں مقامات پر بذاتِ خود بیچ بیچ کی شوٹنگ جاری ہے۔ ان کی توجہ اس طرف دلائی تو ہنس کر بولیں۔ "جہاں اتنی بہت سی شوٹنگ ہو رہی ہے وہاں تھوڑی سی میری شوٹنگ بھی ہو جائے گی تو کیا حرج ہے؟" انگریزی کا محاورہ ہے کہ قسمت بھی بہادروں کا ساتھ دیتی ہے۔ شاید وہ اسی پر یقین رکھتی ہیں!

فلم ساز و ہدایت کار پرویز ملک کی فلم "کامیابی" بڑی کامیابی سے بھارت میں دکھائی جا رہی ہے۔

مگر یہ "کامیابی" حاصل کرنے کے لیے انہیں بہت پاپڑ بیلنے پڑے ہیں۔ ایک بار وہ کناڈا کے تمام انتظامات مکمل کر کے آ گئے۔ یونٹ کے لیے ویزا بھی مل گئے۔ دو دن بعد یونٹ کو روانہ ہونا تھا کہ اسلام آباد سے لاہور آتے ہوئے وہ راستے میں کار کے حادثے میں اپنا بازو تڑوا بیٹھے۔ فلم اگلے سال کے لیے ملتوی کر دی گئی۔ آئندہ سال کناڈا میں شوٹنگ ہوئی اور کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن پرویز ملک نے ہمت نہ ہاری۔ پرویز ملک سے سب نے کہا کہ بھائی کوئی کمرشل تفریحی فلم بناؤ۔ یہ کہاں وطن کی محبت لے کر بیٹھے ہو۔ مگر پرویز ملک سمجھتے ہیں کہ کسی پیغام یا مقصد کے بغیر فلم بنانا زندگی کو ضائع کرنے کے برابر ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی ضد پوری کر لی اور "کامیابی" کو نہ صرف ملک میں کامیابی حاصل ہوئی بلکہ نیشنل فلم ایوارڈ بھی ملا۔ اب یہ بھارت میں کامیابی سے دکھائی جا رہی ہے۔ پرویز صاحب کا ایک صبح فون آیا۔ بھارت میں "کامیابی" کے بارے میں مبارک باد دی اور کہا "دیکھا آفاقی صاحب آپ نے جس طرح کونین شکر میں لپیٹ کر دینے سے فائدہ پہنچاتی ہے اسی طرح کام کی بات بھی تفریح کے پردے میں لپیٹ کر دینے سے فائدہ ہوتا ہے۔" "کامیابی" کا بنیادی مسئلہ صرف پاکستان ہی کا نہیں ہے۔ بھارت کا بھی ہے۔ بس نام اور مقام بدل دیجئے۔ بات ایک ہی نکلے گی۔ پیسے کی تلاش میں وطن سے بے وطن ہونے والوں کے لیے "کامیابی" ایک آزمودہ نسخے کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس آئینے میں سب ہی اپنا چہرہ دیکھ سکتے ہیں۔ اس کے ایک نمایاں اداکار تو اب ہم میں نہیں رہے۔ لیکن مجھ سمیت یونٹ کے باقی لوگوں کو اس فلم سے وابستہ ہونے پر فخر ہے۔ ایسی ہی فلمیں فلم والوں کو ذہنی آسودگی اور سکون فراہم کرتی ہیں۔

غیر ملکی ایکٹروں اور ایکٹریسوں نے اب پاکستان کی مقامی فلموں میں بھی بہت بڑی تعداد میں کام شروع کر دیا ہے۔ بنگلہ دیش، سری لنکا، نیپال، ترکی، منیلا، مصر ہر جگہ کے فن کار یہاں کام کرتے رہے ہیں اور کر رہے ہیں۔ نیپال کی سشما شاہی تو سنا ہے اب یہیں گھر بسا کر رہنے کا پروگرام بنا رہی ہیں۔ کولمبو کی نیتا بھی کچھ ایسے ہی منصوبے بنا رہی ہیں۔ لاہور میں جو غیر ملکی فن کار آ جاتے ہیں وہ یہاں سے واپس جانے کا نام نہیں لیتے۔ لاہور اپنی سحر انگیزی کے لیے مشہور ہے۔ آئندہ چند مہینوں میں کچھ اور غیر ملکی فن کار بھی یہاں اپنے گھر بسانے اور گھر بنانے کے پروگرام بنا رہے ہیں۔

گلوکارہ ناہید اختر نے پچھلے دنوں اپنی سال گرہ منائی۔ کون سی؟ یہ نہ پوچھئے۔ برتھ ڈے کیک پر سجی ہوئی موم بتیاں بھی یہ بھید نہ کھول سکیں۔ اس سال گرہ پارٹی میں اکثریت چھوٹے بچوں کی تھی۔ چھوٹے چھوٹے، گول مٹول، پھول جیسے بچے۔ نہ فلمی شخصیات۔ نہ دولت مند۔ نہ فن کار۔ صرف بچے۔ یہ کیسی سال گرہ ہے؟" وہ کہتی ہیں "مجھے اس میں خوشی ملتی ہے۔ میں بچوں کے ساتھ بے حد خوش رہتی ہوں۔" شاید اسی لیے انہوں نے ایک بار کہا تھا میں شادی کے بعد چھ سات بچوں کی ماں بننا چاہتی ہوں۔ بچے تو وہ سال گرہ کے موقع پر اکٹھے کر لیتی ہیں لیکن شادی؟!!

پاکستان کی اس دلکش اور خوش جمال گلوکارہ کی شادی کا گورکھ دھندا ابھی تک حل نہیں ہوا۔ کوئی کہتا ہے۔ انہوں نے ایک سابق وزیر سے شادی کر لی ہے جس پر گھر والے راضی نہیں ہیں۔ احتجاج کے طور پر ناہید نے گانوں کی صدا بندی ترک کر دی ہے۔ کوئی کہتا ہے وہ من پسند کی شادی کرنے کے لیے نہ گانے کا برت رکھے ہوئے ہیں۔ غرضیکہ ان کا نہ گانا بھی ایک سربستہ راز ہی ہے۔ اور نہ جانے کب تک راز ہی رہے گا۔

پچھلے دنوں سجاد گل سے ملاقات ہوئی۔ وہ کار سے نکل رہے تھے۔ ہم کار میں داخل ہو رہے تھے۔ کافی عرصے سے ہماری ملاقات یوں ہی سرِ راہے ہوتی ہے اور ہر بار تفصیل سے ملنے کے وعدے ہوتے ہیں۔ "سجاد، اب کیا پروگرام ہے؟"

"بہت سی نئی لڑکیاں اور ڈھیر سارے نئے لڑکے تلاش کر کے نئی نسل کے نوجوانوں کے لیے نئے نئے موضوعات پر فلمیں بنانے کا پروگرام ہے۔ کسی روز رات کو بارہ ایک بجے آئیں تو اطمینان سے بیٹھ کر باتیں ہوں گی۔"

جی ہاں۔ دن بھر کے کام دھندے سے فارغ ہونے کے بعد سجاد اور شہزاد کے فرصت کے اوقات رات کو بارہ بجے کے بعد شروع ہوتے ہیں۔ گپ شپ، ویڈیو فلمیں، بیڈمنٹن، چلے تو کبھی تاشوں کی بازی۔ نئی نئی کہانیوں پر ڈسکشن۔ سب کچھ اسی وقت ہوتا ہے۔ ان کی راتیں جاگتی ہیں اور دن وہ دن بھی جاگتے ہیں۔ کہنے کو یہ عجیب بات ہے؟ یہ عادت انہیں گھٹی میں ملی ہے۔ آغا جی بھی کبھی دس بجے رات کو سٹوڈیو سے گھر پہنچتے اور مہمانوں کی خاطر داری۔ دعوتیں، محفلیں، تاش کی بازیاں، بیڈمنٹن وغیرہ صبح تک جاری رہتا تھا جب وہ نماز پڑھ کر سو جاتے تھے۔ بیٹوں نے آغا جی کی گھٹی میں فرق نہیں آنے دیا ہے ■

www.taemeernews.com

میں سیکس سمبل نہیں، اداکارہ بننا چاہتی ہوں

کمی کاٹکر

دو سال کی مدت میں ہی کمی کاٹکر فلموں کا ایک خاصا روشن ستارہ بن گئی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ بیشتر فلم میکر آج بھی اسے ایک سیکسی قیامت سمجھتے ہیں جو تماشائیوں کو گدگدا سکتی ہے، ان کے جذبات کو بھڑکا سکتی ہے، اپنے خوب صورت جسم کی نمائش کر کے ان کے ارمانوں میں آگ لگا سکتی ہے، لیکن خود اپنی نظر میں کمی صرف صنفی کشش کا طوفان نہیں، اور بھی بہت کچھ ہے۔

"پتھر دل" کمی کی پہلی فلم تھی (اس سے پہلے وہ اشتہاری فلموں کے لئے ماڈلنگ کرتی رہی تھی) لیکن اداکارہ کے طور پر اس کی پہلی فلم، جس میں اس کا ہیرو ایک نیا لڑکا جنیندر تھا، شاید کم ہی لوگوں کو یاد ہو گی، کیوں کہ یہ فلم جہاں کہیں بھی ریلیز ہوئی تھی، بری طرح فلاپ ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ بمبئی میں تو یہ فلم ابھی تک ریلیز بھی نہیں ہو سکی ہے۔ اس لئے کہ زیادہ تر لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ اداکارہ کی حیثیت سے کمی کی پہلی فلم "نارزن" ہے۔

"نارزن" میں کمی نے دل کھول کر اپنی خوبصورتی کی نمائش کی تھی۔ مگر کمی کہتی ہے: "میرے پاس اس کے سوا چارہ ہی کیا تھا؟ میں بے بس تھی، نادان تھی، فلم انڈسٹری کے طور طریقوں سے ناواقف تھی۔ جو ڈائریکٹر نے کہا، مجھے وہی کرنا پڑا۔ ایک نو وارد اپنی شرطیں کیسے منوا سکتا ہے؟ لیکن کیریئر کی شروعات میں ہی اس طرح کی غلطیاں کر کر کے میں بہت کچھ سیکھ بھی چکی ہوں۔ اب میں پہلے سے زیادہ باشعور ہو گئی ہوں، اس لئے سیکس کی نشانی بن کر نہیں رہنا چاہتی۔ میں اس جذبات میں ہلچل مچانے والی امیج سے پوری طرح چھٹکارہ پانے کی دھن میں ہوں جو "نارزن" کے بعد مجھ سے چپک کر رہ گئی ہے۔"

کمی سے میری ملاقات پچھلے دنوں نینی تال کی پُر فضا وادی میں ہوئی۔ وہاں وہ مرزا برادرس کی فلم "راما اور راما" کے لئے شوٹنگ کر رہی تھی۔ جس میں وہ راج ببر اور دلی کے ایک نئے لڑکے آصف شیخ کے ساتھ آ رہی ہے (آصف شیخ اس سے پہلے ٹی وی سیریز "ہم لوگ" اور "عجوبے" میں کام کر چکا ہے)۔

ہیمنت برجے اور جنیندر نے ایک انٹرویو میں کمی پر الزام لگایا تھا کہ وہ نئے آنے والوں کے ساتھ فلمیں لینے سے فوراً انکار کر دیتی ہے۔ مگر کمی نے مجھے بتایا: "یہ الزام سراسر بے بنیاد ہے۔ اگر یہ بات صحیح ہوتی تو کیا آج میں "راما اور راما" میں آصف کے ساتھ شوٹنگ کرتی نظر آتی؟ میرے لئے اصل اہمیت رول کی ہے۔ اگر رول جاندار ہو اور مصنف کو اس کی کاٹ چھانٹ قبول نہ ہو تو میں بے جھجک فلم میں کام کرنے کو تیار ہو جاؤں گی چاہے میرے مقابل کسی نو سیکھئے کو ہی کیوں نہ لاکھڑا کیا جائے۔ آصف کا تو خیر ذکر ہی کیا۔ وہ اداکاری جانتا تو ہے۔ فلموں میں نہ سہی ٹی وی سیریز میں تو کام کر چکا ہے۔"

ٹینو آنند کی فلم "عالی شان" ہاتھ لگ جانے پر کمی بہت خوش ہے۔ جوش بھرے لہجے میں اس نے کہا "اس فلم میں میرے ہیرو امیتابھ بچن ہیں۔ ابھی چند روز ہوئے میرا اور ان کا ایک فوٹو سیشن ہوا تھا۔ اس وقت کچھ پوچھئے نہیں میری کیا حالت تھی۔ جب انہوں نے مجھے اپنے بازوؤں میں سمیٹ رکھا تھا تو میری رگ رگ میں بجلیاں دوڑ رہی تھیں۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے میں اپنے ہوش میں نہیں ہوں۔ ایک جادو تھا جس نے مجھے اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ ایک نشہ تھا جو مجھ پر چھایا ہوا تھا۔ اس طرح ہوش اُڑ جانے پر مجھے شرم بھی آئی۔ جی چاہا کہ ابھی کی دھرتی پھٹ جائے اور میں اس میں سما جاؤں۔ مگر پھر امیت جی نے ہی مجھے سنبھالا۔ انہوں نے بھی کوشش کی کہ مجھ پر ان کا رعب نہ چھایا رہے اور میری بدحواسی دور ہو جائے۔ میں کالج کے دنوں سے ہی امیت کی پرستار رہی ہوں۔ ان کے ساتھ کام کرنے کا ارمان مجھے شروع سے ہی تھا۔ اب ٹینو جی نے ان کے ساتھ مجھے "عالی شان" میں کاسٹ کر کے میرے سپنے کو حقیقت میں بدل دیا ہے تو مارے خوشی کے میں کیوں نہ ناچتی پھروں؟ امیت جی بہت اچھے انسان ہیں۔ آرٹسٹ تو وہ غضب کے ہیں ہی۔ میری بات یاد رکھئے، ان کی فلم "شہنشاہ" باکس آفس پر طوفان مچا دے گی اور ایک بار پھر ثابت کرے گی کہ اسٹار کے طور پر امیت جی کی بلندی کو آج بھی کوئی نہیں چھو سکتا۔"

کمی نے اس افواہ کی پُرزور تردید کی کہ اسے جو بھی فلم آفر کی جاتی ہے۔ وہ اسے بے سوچے سمجھے اُچک لیتی ہے۔ حال ہی میں وہ رومو سپی کی پیشکش کو ٹھکرا چکی ہے۔ رومو اسے "مہادیو" میں ونود کھنہ کے ساتھ پیش کرنا چاہتا تھا، مگر اس نے انکار کر دیا۔ وہ رول اب سونو والیہ کرے گی۔ کمی نے اس رول کو قبول نہ کرنے کی وجہ بتاتے ہوئے کہا "ونود جی کے ساتھ میں "کس کے لئے" اور "استاد" میں پہلے ہی کام کر رہی ہوں۔ جب مجھے امیت جی، جتیندر، انیل کپور،

www.taemeernews.com

• کمی کاٹکر

جیکی، راج ببر، متھن چکرورتی جیسے ہیروز کے ساتھ ہیروئن کی اچھی اچھی آفرز مل رہی ہیں تو پھر میں بھلا 'مہادیو' کا سیکنڈ قسم کا رول کیوں قبول کرتی؟ 'مہادیو' میں ونود جی کے مقابل ہیروئن تو یوں بھی میناکشی سیشادری ہے۔

کچھ سوچتے ہوئے کمی نے بتایا "یہ درست ہے کہ پہلے میں نے ہیمنت بربے اور جیتندر جیسے نئے لڑکوں کے ساتھ کچھ فلموں کی آفرز ٹھکرا دی تھیں، لیکن اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ میں نئے لڑکوں کے ساتھ کسی فلم میں آنا ہی نہیں چاہتی تھی۔ اصل سبب یہ تھا کہ ان فلموں میں مجھے اپنا رول نہیں جچا تھا۔ ان کی کہانیاں ہیرو کے گرد گھومتی ہیں۔ اب آپ ہی سوچئے کسی نئے ہیرو کے ساتھ اس طرح کی فلموں میں کام کرنے سے مجھے کیا حاصل ہوتا؟ ہاں اگر کہانی ہیروئن رخی ہو تو میں کسی بھی نئے ہیرو کے مقابل کام کرنے کو تیار ہوں، چاہے وہ ہیمنت ہو یا جیتندر یا کوئی اور"۔

"مرد کی زبان" میں کام کرنے کو کمی اپنی ایک بڑی غلطی سمجھتی ہے۔ اس نے بتایا "ہوا یہ کہ کے۔ بپیا جیسے فلم میکر کے ساتھ کام کرنے کا مجھے بڑا ارمان تھا، اس لئے میں نے جیکی شروف کے مقابل یہ فلم قبول کرلی لیکن یہ بھید مجھ پر جلد ہی کھل گیا کہ مجھے اس فلم میں کچھ بھی نہیں کرنا ہے۔ مجھے صرف پونم ڈھلوں کا دم چھلا بنا کر رکھ دیا گیا۔ لیکن اس بات کی مجھے خوشی بھی ہے کہ اگرچہ "مرد کی زبان" میں میرے ساتھ اچھا سلوک روا نہیں رکھا گیا، تاہم اس کی وجہ سے مجھے بپیا کی دوسری فلم "سونے پہ سہاگہ" ہاتھ لگ گئی"۔

ایک اور ڈائریکٹر جسے کمی بہت سراہتی ہے این چندرا ہے۔ چندرا کا ذکر کرتے ہوئے اس نے مجھے بتایا "چندرا جی کی میں نے دو فلمیں "پرتی گھات" اور "انکش" دیکھ رکھی ہیں۔ وہ کمال کے ڈائریکٹر ہیں مثی کی مورت سے بھی وہ اچھی

www.taemeernews.com

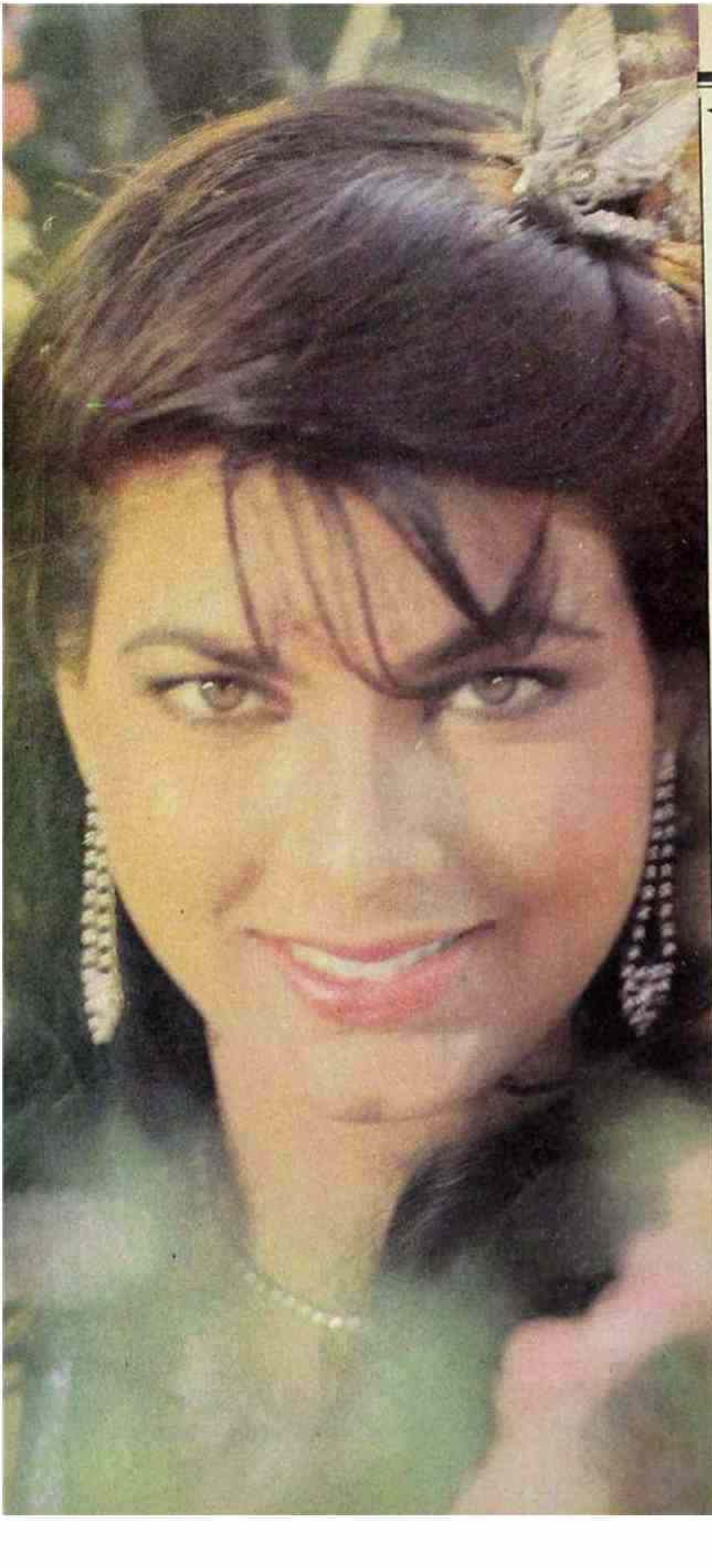

◄ کمی کاٹکر

اداکاری کرا سکتے ہیں۔ انیل اور دھرم جی کے ساتھ ان کی فلم "حملہ" میں کام کرتے ہوئے مجھے اپنی قسمت پر ناز ہوتا ہے۔ چندرا جی یہ گر خوب جانتے ہیں کہ آرٹسٹ سے اچھے سے اچھا کام کس طرح لیا جا سکتا ہے۔ شوٹنگ کے پہلے دن انہوں نے میرا بہت حوصلہ بڑھایا۔ کہنے لگے: "لوگ تمہارے بارے میں یہ اڑاتے ہیں کہ تم اداکاری بالکل نہیں جانتیں۔ تم تو بس سیکس کا طوفان ہو لیکن مجھے یہ دیکھ کر حیرت کے ساتھ خوشی ہوئی ہے کہ تم خاصی آسانی اور مہارت کے ساتھ اداکاری کرتی ہو۔ اس طرح چندرا جی نے میری صلاحیت کو پہچانا اور سراہا۔ حقیقت یہ ہے کہ میں ڈائریکٹر کی مرضی کے سانچے میں ڈھلنے والی اداکارہ ہوں۔ مجھے اچھے ڈائریکٹروں کی ضرورت ہے، تاکہ وہ مجھ سے اچھی اداکاری کرا سکیں۔

اچھی اداکارہ بننے کے شوق میں ہی کمی اپنی روش بدل رہی ہے اب اگر کوئی پروڈیوسر یا ڈائریکٹر اس سے دو پیس کی بکنی پہن کر کیمرے کے سامنے آنے کو کہتا ہے تو وہ فوراً انکار کر دیتی ہے۔ اس نے بتایا "ابھی چند ہفتے پہلے کی بات ہے 'امیش مہرہ مجھ سے فرمائش کرنے لگے کہ فلم "ڈوری" کے ایک گیت کی پکچرائزیشن میں سنی دیول اور جیکی شروف کے ساتھ میں دو پیس کی بکنی میں جلوہ دکھاؤں۔ میں نے بڑے ادب کے ساتھ ان سے کہا کہ میں نے اس سلسلے میں ایک حد مقرر کر رکھی ہے جس سے آگے میں نہیں جا سکتی۔ چنانچہ میں نے ایک پیس کی بکنی پہن کر یہ گیت پکچرائز کرایا۔ صرف اس لئے کہ میں "شارزن" میں سیکس کی علامت بن کر آ چکی ہوں۔ میں پروڈیوسروں کو یہ موقع کیوں دوں کہ وہ مجھے اداکارہ کی جگہ سیکس بم بنا کر رکھ دیں؟ میں کوئی قدامت پسند، روایتی شرم کے غلاف میں لپٹی ہوئی لڑکی نہیں، لیکن میں یہ نہیں چاہتی کہ دوسرے اپنی تجوریاں بھرنے کے لئے مجھے پردے پر بے لباس دکھائیں۔"

کمی کو فخر ہے کہ کامیابی کی منزل تک پہنچنے کے لئے اس نے اپنا راستہ خود بنایا ہے۔ میرے ایک سوال کے جواب میں اس نے کہا "میں کافی دشوار گزار راستے سے اشار کے رتبے تک پہنچی ہوں۔ جو کچھ مجھے حاصل ہوا ہے، میری اپنی محنت، لگن اور جد و جہد کا پھل ہے۔ دوسری نئی لڑکیوں کی طرح مجھے کسی بھی گاڈ فادر کی سرپرستی

(آگے صفحہ 37 پر)

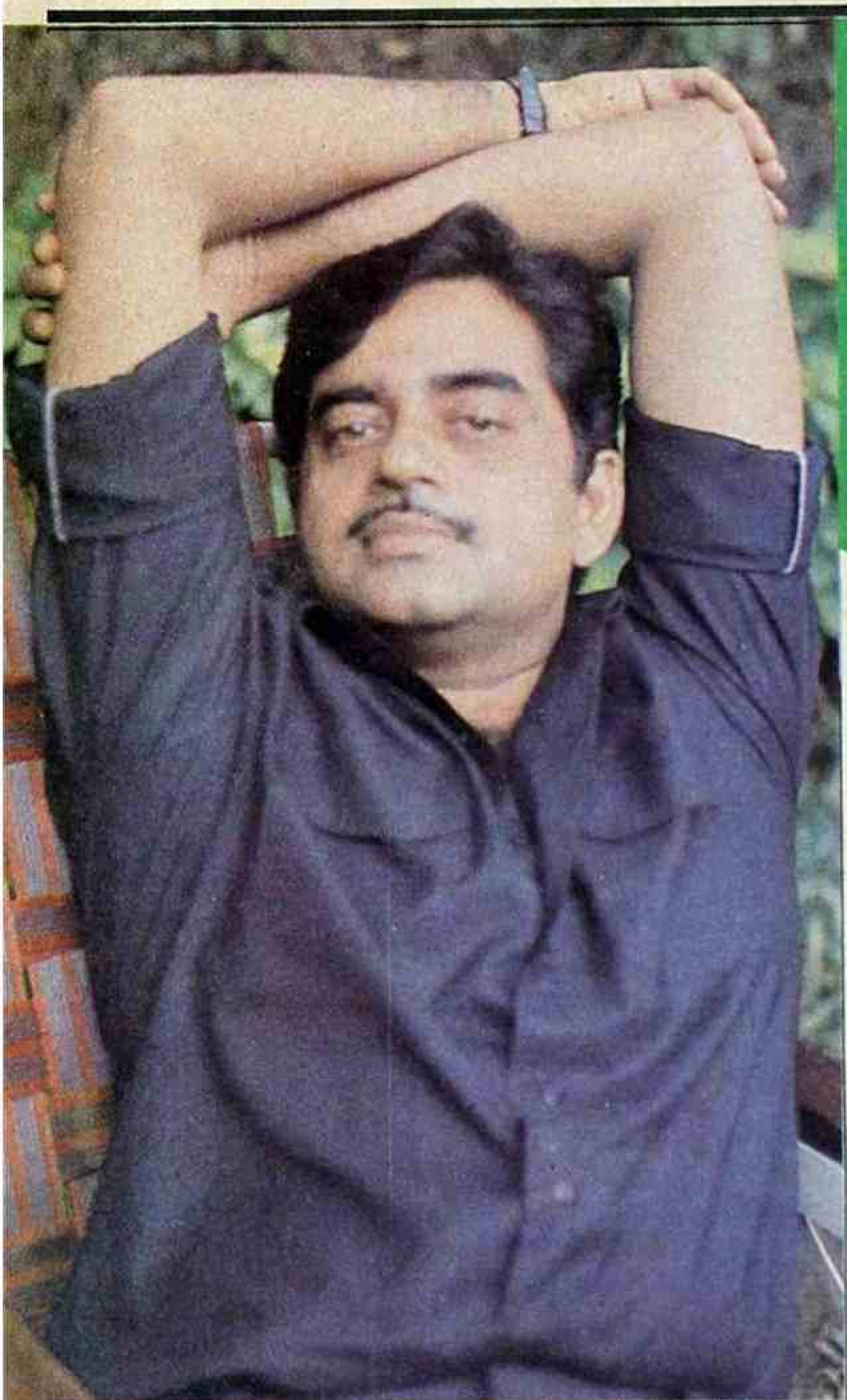

میں سیاست میں کیوں آؤں؟

شتروگھن سنہا

صورت شکل اور سراپا ایسا کہ راستہ چلتی عورتیں ٹھٹک کر رہ جائیں۔ انداز ایسے کہ نظر پڑتے ہی ان کو پلک جھپکنا یاد نہ رہے۔ اسی لئے صنفِ نازک میں شتروگھن سنہا کے پرستاروں کی کمی نہیں، لیکن پھر بھی اس کی نیت اِدھر اُدھر نہیں بھٹکتی۔ وہ اپنی بیوی کا وفادار ہے، اپنے تین بچوں پر جان چھڑکتا ہے۔

شترو سے میری جب کبھی ملاقات ہوئی ہے میں نے اس کی باتوں میں ایک طرح کی ضد جھلکتی دیکھی ہے۔ یوں تو اس کی بات چیت نپے تلے لفظوں میں ہوتی ہے، مگر اسے جلد ہی موضوع سے ہٹ کر زبان کی طاقت دکھانے کی عادت بھی ہے اس وقت اسے روکنا کافی مشکل ہو جاتا ہے۔ اس کے ساتھ اس میں کچھ رعونت بھی ہے، جو اس کو لن ترانی ہانکنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ اگر کبھی کبھی اس کے ہونٹوں سے استہزائیہ ہنسی نہ پھوٹنے لگے تو کھلے گلے کی قمیص، ہلکے نیلے اونی بل اوور، سلوٹیں پڑی بادامی پینٹ اور براؤن جوتوں میں ملبوس وہ کوئی خوش باش، کرکٹ کھیلتا ہوا نوجوان دکھائی دیتا ہے۔

اس روز بات چیت شروع ہوتے ہی وہ کہنے لگا "فلمی دنیا سچ مچ بہت نرالی، بہت انوکھی ہے۔ یہاں آ کر آدمی کچھ کامیابی حاصل کر لے تو اس کے لئے سب کچھ بدل جاتا ہے۔ وہ اسٹار سسٹم کا حصہ بن جاتا ہے، جو حقیقت میں ہندوستانی روایت ہی کا عکس ہے۔ کامیاب ہوتے ہی طرح طرح کے لوگ اس کے گرد منڈلانے لگتے ہیں۔ مختلف وجوہوں سے وہ اس کے قریب آنا چاہتے ہیں۔ پھر وقت کے ساتھ تجربہ اسے سکھاتا رہتا ہے اور اسے عقل آنے لگتی ہے۔"

باقی بات چیت اس طرح ہے۔

س : تمہارے فلموں میں رہنے پر تمہارے گھر والوں کا کیا ردِ عمل رہتا ہے؟

شترو : میں تو کافی مدت سے فلموں میں ہوں۔ اب آ کر ایسے سوال کا کیا موقع رہ جاتا ہے ویسے شروع میں جب میں نے فلموں میں آنے کا فیصلہ کیا تھا تو میرے پتا جی خفا نہیں ہوئے

20 www.taemeernews.com

تھے۔ بلکہ انہوں نے تو چین کی سانس لی تھی۔ تاہم اُن دنوں مجھ میں ایک کمی بھی تھی۔ میری رئیس زادوں جیسی شکل وصورت اور مہذب لہجہ اس دور کی فلموں کے رنگ سے میل نہیں کھاتے تھے۔ چنانچہ جلد ہی میں نے ایک خاص انداز کے رولز کی تلاش میں رہنا چھوڑ دیا جو میری طرح نظر آئیں اور میرے ڈھنگ سے بولتیں۔ خیر، کسی طرح وہ ہاتھ پاؤں مارنے کا زمانہ بیت گیا۔ آج بہر حال میں اداکار کے طور پر اپنے کیریر سے خوش اور مطمئن ہوں ——— کامیابی بجائے خود زیادہ تحفظ عطا کرتی ہے۔ اس کے ساتھ میں کام بھی بہت محنت سے کرتا ہوں۔ اگر آپ اسے کام کہیں——— ویسے کام کے اوقات تو یہاں لمبے ہوتے ہی ہیں آج حالت یہ ہے کہ میں فلموں سے اپنا رشتہ کسی بھی قیمت پر توڑنا پسند نہیں کروں گا۔

س : اتنی کامیابی حاصل کرنے کے بعد بھی تمہاری شخصیت اچھی صورت اور خوش باش، بے پروا مزاج کا سنگم بنی ہوئی ہے۔ یہ معرکہ تم نے کیسے سر کیا؟

شترو : بڑی آسانی سے۔ میں خاصا ملنسار واقع ہوا ہوں۔ باتیں کرنا مجھے اچھا لگتا ہے۔ میرے ساتھ کام کرنا دوسروں کے لئے کافی سہل ہے۔ میں نے کھلا دل پایا ہے۔ لگی لپٹی رکھنا مجھے نہیں آتا۔ پہیلی بننے کی مجھے ذرا بھی عادت نہیں۔

س : "شیرنی" میں اپنی اسٹار سری دیوی کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟

شترو : کام وہ اچھا کرتی ہے، مگر کبھی کبھی اس حد تک اعصابی کھنچاؤ میں مبتلا ہو جاتی ہے کہ ساتھ کام کرنے والوں کو تھکا کر رکھ دیتی ہے۔ پھر بھی ہمارے درمیان اچھا تال میل رہتا ہے۔ انسان کی حیثیت سے اس میں بہت سی خوبیاں ہیں۔ اسی لئے اس کے ساتھ نبھانا مشکل نہیں رہتا۔

س : "شیرنی" کا پروڈیوسر پہلاج کا رہے۔ اس لحاظ سے یہ لگ بھگ تمہارے گھر کی ہی فلم ہے۔ اب "شیرنی" کا ڈائریکٹر ہرمیش ملہوترہ "نگینہ" کی بے پناہ کامیابی کی بدولت بہت اوپر پہنچ گیا ہے۔ کیا اس کا اثر "شیرنی" پر بھی پڑے گا؟

شترو : ہرمیش ملہوترا بلاشبہ اس فلم کا ایک نمایاں پہلو ہے۔ اس سے پہلے بھی وہ مجھے اپنی بہت سی فلموں میں کاسٹ کر چکا ہے۔ آج اسے استاد کا درجہ حاصل ہے۔ ہم دونوں کے درمیان پوری ہم آہنگی رہتی ہے۔ اسے سیٹ پر کام کرتے دیکھنا اپنے آپ میں ایک پر لطف تجربہ ہے۔ آپ خود بھی یہ لطف اٹھا چکے ہیں۔ جب بنگلور کے قریب راما نگرم میں "شیرنی" کی شوٹنگ ہو رہی تھی تو آپ بھی وہاں آئے ہوئے تھے۔ آپ نے بھی دیکھا ہوگا کہ ہرمیش نے ہر تصویر کو ساری باریکیوں کے ساتھ پہلے سے دیکھ لینے والی نگاہ پائی ہے۔ وہ جیسا نتیجہ چاہتا ہے۔ اسے حاصل کرنے کے لئے جی جان سے محنت کرتا ہے۔ ایسے شخص کے لئے دل میں احترام کا جذبہ از خود جاگتا ہے اور یہ جذبہ اس وقت بھی ماند نہیں پڑتا جب اس سے ملنے، اس سے باتیں کرنے، اس کے ساتھ کام کرنے کا موقع مجھے ملا۔ وہ اس سے بھی زیادہ باکمال ہے جتنا میں اس کے بارے میں سوچ سکتا تھا۔ میرا خیال ہے "شیرنی" غضب کی فلم ثابت ہوگی۔ میرے لئے تو یہ بہت ہی اہم فلم ہے۔

س : اداکاری کا جادو اوّل اوّل تم پر کب چلا تھا؟

شترو : بہت پہلے۔ سوانگ رچا کر اسے حقیقت جیسا بنانا مجھے لڑکپن سے ہی اچھا لگتا تھا۔ اداکاری کرنے اور لوگوں کو ہنسانے کا مجھے اتنا شوق تھا کہ ہر اتوار کو، ہر چھٹی کے روز بچوں کو جمع کر لیتا، سب کو الگ الگ پارٹ دیتا اور سارے سارے دن ہم ناٹک کرتے رہتے۔ لباس حاصل کرنے کے لئے جتن کئے جاتے، اسٹیج سجانے کا اہتمام ہوتا، ریہرسل کی جاتی۔ سارے کاموں میں اناڑی پن جھلکتا تھا لیکن پھر بھی بہت مزہ آتا تھا۔ اس طرح اداکاری شروع سے ہی رگ رگ میں رچ گئی۔

س : مان لو تم اداکار نہ بنے ہوتے تو کیا بنتے؟

شترو : باغبان بن جاتا۔ آج بھی جب کبھی فلموں میں کام کرتے کرتے طبیعت بوجھل ہونے لگتی ہے اور اس مصروفیت سے کہیں دور نکل جانے کو جی چاہتا ہے تو باغبانی میں مجھے بہت سکون ملتا ہے۔

س : کیا ڈائریکشن کے میدان میں بھی اترنے کا ارادہ ہے؟

شترو : کبھی کبھی سوچتا تو ہوں۔ لیکن یہ کام وقت بہت مانگتا ہے۔ اس لئے اس ارادے کو اس وقت تک کے لئے اٹھا رکھا ہے جب تک میں ۶۰ سال کا نہ ہو جاؤں۔

س : دوسری بہت سی فلمی شادیوں کے برعکس تمہاری شادی شدہ زندگی بہت خوشگوار ہے اس کے لئے تمہاری حکمتِ عملی کیا ہے؟

شترو : کوئی خاص نہیں۔ معاملہ صرف اتنا ہے کہ میں اس قسم کا آدمی ہوں ہی نہیں جس کے گرد اسکینڈل لپٹے ہوتے ہیں۔ ہماری گھریلو زندگی خوشیوں بھری ہے۔ مجھے اپنے بچوں سے بہت محبت ہے۔

س : سب کچھ حاصل ہو جانے کے بعد بھی کیا تمہاری کوئی تمنا باقی رہ گئی ہے؟

شترو : جی ہاں۔ میں چاہتا ہوں کہ آنے والی نسلیں مجھے رنگا رنگ اداکاری کی وجہ سے یاد رکھیں۔ مجھے یہ ثابت کرنے کا ارمان ہے کہ میں صرف ایک پہلو کی شخصیت نہیں، اس سے بڑھ کر بھی بہت کچھ ہوں۔

س : کیا تم عام زندگی میں تصورات کی دنیا آباد کرتے ہو؟

شترو : جی ہاں، اکثر۔ میں تصور میں خود کو فنکارانہ صلاحیتوں اور تخلیقی قوتوں کا خزانہ پاتا ہوں میں دیکھتا ہوں کہ میرے خیالوں کی اڑان بہت اونچی ہے اور میں کسی سہارے کے بغیر بڑے کارنامے کر رہا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر آدمی جاگتے میں سپنے نہ دیکھے تو وہ کچھ سوچ بھی نہیں سکتا۔ تصور میں آدمی خود اپنی زندگی کے کسی ولولہ خیز واقعہ کو یاد کرکے اس کے گرد سپنے کا تانا بانا بن سکتا ہے۔ لیکن ظاہر ہے ہر شخص کو اپنے تصورات کی باگ اپنے ہی ہاتھ میں رکھنا چاہئے۔ انہیں بالکل بے لگام نہیں چھوڑنا چاہئے۔ ورنہ وہ کام نہیں کر سکے گا، صرف سپنے سجاتا رہے گا۔ دوسری طرف اگر یہ تصورات ڈرانے ہوں اور پریشان کرنے لگیں تو آدمی مریض بن کر رہ جائے گا۔ صرف اپنی دنیا میں گم رہنا اور دوسروں سے کوئی واسطہ نہ رکھنا

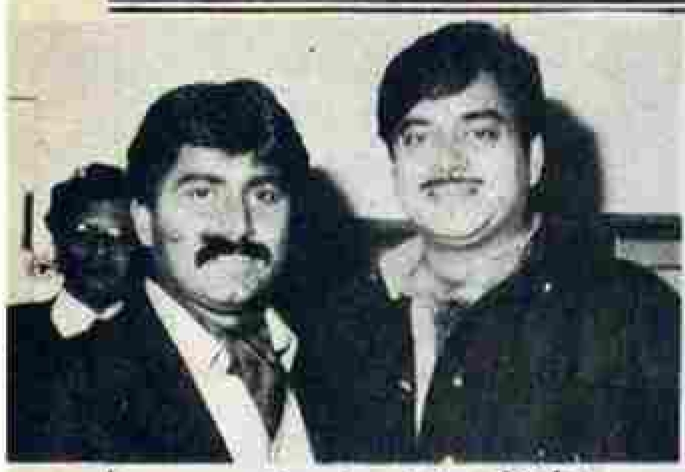

● شترو گھن سنہا اور جاوید میاں داد

www.taemeernews.com

تصور آرائی کو خطرناک عمل بنا سکتا ہے۔

س : اچھا اداکار بننے میں سب سے زیادہ تمہیں کس بات سے مدد ملی؟

شترو : خود اعتمادی سے۔ اس کے ساتھ میں اپنا اور اپنے کام کا جائزہ بھی لیتا رہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنی ذات پر میرا کنٹرول ہمیشہ قائم رہے۔ لیکن یہ عمل میں دکھا دکھا کر نہیں کرتا۔ اپنے رولز کو میں جس طرح سمجھتا ہوں، اسی طرح پیش کرتا ہوں۔ اس سے میری کارگزاری میں بے ساختگی اور فطری رنگ پیدا ہوتا ہے۔ میں اپنی اداکاری کو بندھے ٹکے قاعدوں ضابطوں کا پابند نہیں کرتا۔ ایسے بہت سے فنی گُر ہیں جن کا میں قائل نہیں۔ مگر فن کے حق میں میری لگن ہمیشہ قائم رہی ہے۔

س : لیکن تم نے کچھ مایوس کن فلمیں تو بنائی ہوں گی؟

شترو : تو کیا ہوا؟ آدمی شروع میں صرف محنت کے ساتھ کام کرتا ہے۔ اس وقت وہ اچھے، بُرے کی پرکھ نہیں کر سکتا۔ بعد میں اپنے کام سے ہی وہ بہت کچھ سیکھتا ہے۔ اسی طرح اس کا فن نکھرتا ہے۔ اس نے اگر غلطیاں کی ہیں تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ آخر اس کی غلطیوں کی بنا پر دنیا ملیامیٹ تو ہونے سے رہی۔

س : کیا یہ صحیح ہے کہ کئی دوسرے ستاروں کی طرح تم بھی سیاست کے میدان میں آنے کے خواہش مند ہو؟

شترو : میں بہت زیادہ سیاسی آدمی نہیں ہوں۔ زندگی کا جیسا ڈھانچا بن چکا ہے اس میں بہت زیادہ ردوبدل کی گنجائش نہیں۔ عمر اتنی ہو چلی ہے کہ سیاست کے داؤ پیچ کو سمجھنا اب میرے لئے مشکل ہوگا۔ پھر میرا کوئی انکم ٹیکس کا مسئلہ بھی نہیں ہے جس کی وجہ سے سیاست میں آنا ضروری ہو۔

س : بمبئی میں اداکار کے طور پر پہلا موقع تمہیں کیسے ملا تھا؟

شترو : جب میں بہار سے یہاں نیا نیا آیا تھا تو انڈسٹری میں مجھے کوئی بھی نہیں جانتا تھا، کسی نے بھی میرا نام نہیں سنا تھا، اس لئے کوئی مجھ سے بات کرنے کا روادار بھی نہ تھا۔ یہ لوگ صرف بڑے بڑے ستاروں کے آس پاس رہنا چاہتے تھے۔ اس وقت مجھے کئی بار خیال آیا تھا کہ شو بزنس سراسر بکواس ہے۔ لیکن میں پھر بھی ڈٹا رہا۔ میں نے سوچا کہ کوشش کرکے دیکھ لیتا ہوں۔ ناکام رہا تو بہار واپس چلا جاؤں اور اپنے دوستوں سے کہوں گا کہ میں فلمی دنیا کی سیر کرکے آگیا ہوں۔

س : تمہاری زندگی کی ترجیحیں کیا کیا ہیں؟

شترو : اس فہرست میں سب سے پہلے میرا خاندان آتا ہے۔ میری بیوی پونم اتنی اچھی ہے کہ مجھے اپنی قسمت پر ناز ہوتا ہے۔ وہ خوب صورت ہے، ذہین ہے، ہر وقت پُرسکون رہتی ہے، ہر معاملے میں میرے ساتھ تعاون کرتی ہے۔ بچے بھی غضب کے ہیں۔ ان کے اندر مجھے اپنی جھلک کافی دکھائی دیتی ہے۔ پڑھنے لکھنے میں بھی تیز ہیں۔

س : مگر فلمی دنیا تو عیش پرستی کے لئے بدنام ہے۔ کیا اس کا اثر بچوں پر نہیں پڑے گا؟

شترو : احتیاط برتی جائے تو کوئی اثر نہیں پڑے گا ــــ بچوں کے کمروں میں جاتا ہوں تو مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آتا۔ وہ کمرے بالکل کھلونوں کی دکان نظر آتے ہیں ہم نے اپنے بچوں کو ایسی افراط کا عادی نہیں بنایا۔ ہم نے ان کے لئے کھلونے خریدے ضرور، مگر ان کے کمروں میں کھلونوں کے ڈھیر کبھی نہیں لگائے۔ پچھلے چند برسوں میں میری زندگی کا انداز بہت بدلا ہے۔ بچے دیکھتے ہیں کہ شو بزنس میں ہر شخص شاندار کاروں میں گھومتا پھرتا نظر آتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس نمائشی شان و شوکت کا بچوں پر کم سے کم اثر پڑے اگر بچے لاڈ پیار میں خود سری اور دکھاوے کے عادی ہوتے چلے جائیں تو اس کے لئے ہم ہی قصوروار ہوں گے۔ بے جا لاڈ پیار میں انہیں یہ احساس بھی نہ ہوگا کہ وہ کسی راہ پر جا رہے ہیں اور ہم انہیں مثالی بچے ہی سمجھتے رہیں گے ــــ لیکن میرا خیال ہے، میں اپنے بچوں کے بارے میں کافی بول چکا ہوں۔ کیوں نہ اب کچھ میرا ذکر چلے؟

س : اپنے ناقدوں کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟

شترو : شروع شروع میں تماشائیوں اور ناقدوں کو میں اپنا دشمن سمجھتا تھا، اس لئے ان پر فتح پانے کی دھن میں رہتا تھا۔ بعد میں یہ رویّہ نہیں رہا۔ پچھلے چند برس سے تو میں خود کو ایک ایسے غبارے کی طرح محسوس کر رہا ہوں جو گرم ہوا کے سہارے اوپر اڑتا جا رہا ہو۔ لوگ سرِراہ مجھے روک لیتے ہیں اور میری تعریفیں کرتے ہیں۔ یہ تعریفیں وہ رسماً نہیں، دل سے کرتے ہیں جو شخص عوامی زندگی میں آتا ہے، زیادہ سے زیادہ لوگ اس کے قریب رہتے ہیں۔ مجھے اس حالت میں کوئی پریشانی نہیں ہوتی۔ میں لوگوں سے خوش ہوں اور لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ مجھ سے خوش ہیں، میرے کئے ہوئے فیصلوں سے مطمئن ہیں۔ لیکن سارے فیصلے میرے اپنے ہی ہوتے ہیں۔ مجھے جو کچھ کرنا ہے، خود ہی کرنا ہے۔ اس لئے اپنی کامیابی کے لئے بھی میں ہی ذمّہ دار ہوں اور ناکامی کے لئے بھی۔ میں نہیں چاہتا کہ دوسرے لوگ میرے لئے قربانی دیں یا میں کسی کا احسان اُٹھاؤں مجھے یاد ہے ایک بار بھیڑ آٹوگراف کے لئے مجھ سے ضد کر رہی تھی اور میں انکار کئے جا رہا تھا۔ میں نے ان لوگوں سے کہا، چلتے نظر آؤ، میں تمہارے دباؤ میں آنے والا نہیں۔ وہ چلّانے لگے: تمہیں یہ بھی خیال نہیں کہ اس مقام پر تمہیں کس نے پہنچایا ہے؟ میں نے جواب دیا: کسی نے بھی پہنچایا ہو، تم نے نہیں پہنچایا ہے۔ اس لئے سب گو یہاں سے۔

س : کیا پرستاروں نے تمہیں کبھی ڈرایا دھمکایا بھی ہے؟

شترو : میں دنیا میں کسی سے نہیں ڈرتا ورنہ دنیا کے خوف سے اپنے طور طریقوں کو عوامی رائے کے سانچے میں ڈھال سکتا ہوں۔ میں سراسر عملی آدمی ہوں۔ وار سہنا بھی جانتا ہوں اور وار کرنا بھی۔ اس خیال سے میں کبھی نہیں لرزتا کہ لوگ میرے پرخچے اُڑا دیں گے۔ دوسروں کے ہاتھوں جسمانی چوٹ سے بارہا دوچار ہو چکا ہوں۔ مجھ میں زندہ باقی رہنے کی جتنی قوت ہے اس پر خود مجھے حیرت ہے۔

س : کیا شہرت اپنے ساتھ کچھ فائدے، کچھ سہولتیں بھی لاتی ہے!

شترو : کامیاب اور مشہور ہونے میں مزے ہی مزے ہیں۔ مثلاً اگر آپ کو کسی کھچا کھچ بھرے ہوئے ریسٹورنٹ میں جگہ چاہئے تو آپ کو فوراً جگہ مل جائے گی۔ لوگ آپ کی مدد کرنے کے لئے ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی تاک میں رہیں گے۔

س : کیا تم نے اپنے کیریر کی منصوبہ بندی

22 www.taemeernews.com

● مہندرا مرناتھ، شترو گھن سنہا اور اس کی بیوی پونم سنہا

کی تھی؟

شترو: میں کبھی منصوبہ بندی نہیں کیا کرتا۔ یہ کام میرے بس کا ہے ہی نہیں۔ میں تو صرف عمل کرتا ہوں اور انتظار میں رہتا ہوں کہ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔

س: کیا تمہارے خیال میں فلمی ستاروں کے پرستار ان کی نجی زندگی میں جھانکنے میں زیادہ دل چسپی رکھتے ہیں؟

شترو: مجھے یقین ہے کہ عوام کی اکثریت کو یہ جاننے میں کوئی دل چسپی نہیں کہ میں کیا کھاتا ہوں، کیسا لباس پہنتا ہوں، کس کو رات ساتھی بناتا ہوں۔ وہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ میں انہیں تفریح فراہم کرتا رہوں۔ اگر میں ان کا جی نہ بہلاؤں تو وہ مجھے تو کیا میرا نام تک نہیں جاننا چاہیں گے۔

س: کیا تم اداکاری کی انتہائی بلندی تک پہنچ چکے ہو؟

شترو: انتہائی بلندی تو ادیری اور سرکتی جاتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو فن کار کو اپنے فن میں دل چسپی ہی نہ رہے۔ بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ میں اپنے فن کی چوٹی پر پہنچ گیا ہوں۔ لیکن مجھے ہر آن کوئی نئی چوٹی اپنی طرف بلاتی رہتی ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ فلموں کے لئے اداکار کو ڈرامائی رنگ زیادہ شوخ نہیں رکھنا چاہئے اور اسے تماشائیوں کو جذباتی بہاؤ کو اپنے ساتھ لے کر چلنا چاہئے۔ لیکن میں خود پر ایسی پابندیاں لگانے کا قائل نہیں۔ میں آزادانہ، اپنی ہی اُپج کے مطابق کام کرنا چاہتا ہوں۔ میں اس احساس سے دُور ہی رہنا چاہتا ہوں کہ یہ باتیں میں نہیں کر سکتا اور وہ باتیں مجھے نہیں کرنا چاہئیں۔ میں اپنے آپ کو بے روک ٹوک، اپنی فضا کو کھلا رکھنا چاہتا ہوں۔ فن کی راہ پر میں کافی آگے بڑھ چکا ہوں، لیکن ابھی آگے بڑھنے کا آرزومند ہوں۔ جو کچھ کارنامے میں نے کئے ہیں، میں ان میں نئے اضافے کرنا چاہتا ہوں۔ آج کل میں فن میں حقیقی نکھار پیدا کرنے کے لئے کچھ بنیادی اصولوں کو آزمانے کی فکر میں ہوں میں کوشش کرتا ہوں کہ اپنے کرداروں کی روح کو دریافت کر لوں۔ مجھے معلوم ہے کہ اپنے کردار کے بارے میں مجھے جتنی زیادہ آگاہی ہوگی، اتنا ہی اسے پیش کرنا میرے لئے دشوار ہو جائے گا۔ مگر میں اتنی محنت کرنے، اتنا جوکھم اٹھانے کو تیار ہوں۔ میں جانتا ہوں، اسی طرح میرے کردار مدتوں یاد رکھنے کے قابل بن سکتے ہیں۔

اگر شترو سے ذرا زیادہ دیر تک بات چیت ہو اور وہ بے لگام بولنے پر اتر آئے تو وہ خیالوں کے ایک ایسے جنگل میں جا نکلتا ہے جہاں موضوعات دھما چوکڑی مچاتے مچاتے ایک دوسرے میں گڈمڈ ہونے لگتے ہیں۔ زندگی کے عام مسائل، سیاسی نظریات، ملکی صورت حال، بین الاقوامی منظر — پتہ نہیں کیا کیا لفظوں کے ریلے میں ڈوبتے اُبھرتے نظر آتے ہیں۔

سننے والا پہلے تو حیران رہ جاتا ہے کہ شترو اتنی غیر مربوط گفتگو دیر تک کیسے کر لیتا ہے، لیکن پھر اسے احساس ہونے لگتا ہے کہ ان باتوں میں کیسی گہری ذہانت جھلک رہی ہے۔ یہ ذہانت مرتکز رہنے کی جگہ شراروں کی طرح دور دور لپکتی ضرور ہے، مگر بہرحال ذہانت ہے۔ شاید شترو اپنے رول میں بھی اس لئے تضاد تلاش کرتا ہے۔ اس جستجو کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اس نے الٹا ذہن پایا ہے، بلکہ یہ ہے کہ وہ دوسرے بہت سے اداکاروں کے مقابلے میں زیادہ باشعور ہے اور صرف کردار کو پردے پر بھلا برا اُبھار دینے سے اسے تسکین نہیں ہوتی۔ اسے چیلنج کی کھوج رہتی ہے، کیوں کہ اسے یقین ہے کہ وہ ہر چیلنج کو کامیابی کے ساتھ قبول کر سکتا ہے۔ شترو کے ذہن میں اس سے زیادہ خیالات بھرے رہتے ہیں جتنے اس کے رولز میں سما سکتے ہیں۔

شترو باتیں کرتے وقت زور زور سے ہاتھ ہلاتا، نچاتا ہے، میز پر مکے مارتا ہے، گرجتا گرجتا ہے، لیکن اس وقت بھی تاڑنے والے تاڑ جاتے ہیں کہ اندر ہی اندر کبھی دل برداشتگی، کیسا فرسٹریشن ہولے ہولے سائیں سائیں کر رہا ہے۔ پھر یکایک اس کے دل کا بوجھ زبان پر آجاتا ہے: "میں اپنے ہی احساس کی شدت کا مارا ہوں۔ ایک پیاس مجھے آج بھی تڑپاتی ہے۔ ایک اندرونی ہلچل مجھے آج بھی بے قرار کرتی ہے۔ میں ایسی فلمیں بنانا چاہتا ہوں جیسی کسی اہرام کے کسی اندھیرے گنبد میں ملبیں تو ملیں — وہ واقعی اتنی ناموس، آج کی اُن فلموں سے اتنی الگ ہوں گی جن سے آج لوگ لطف اٹھاتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔"

(ایس، این، کھوسلہ)

23 www.taemeernews.com

صلاح الدین پرویز

بے وفا شام کے نام ایک چٹھی

بے وفا
آج کی اِس شام جُدائی مت دے
آج اِس شام میں
کچھ دُھوپ بھی شامل ہے
اندھیرے میں کہیں
آج اس شام میں
کچھ رات بھی شامل ہے
اُجالے میں کہیں
آج اس شام میں
مہتاب بھی جلتا ہے
نگاہوں میں کہیں
آج اِس شام میں
سُورج بھی مہکتا ہے
دُھندلکوں میں کہیں
آج اِس شام میں
برسات سُناتی ہے
غمِ دِل کی کتھا
آج اِس شام میں
چلتی ہے بہاروں سے لدی
سرد ہوا
آج اِس شام میں
ہنستے ہیں
خزاں والے سُنہرے موسم
آج اِس شام میں
کُھلتے ہیں
کسی یاد کے سارے البم

شام اِک درد تھی
اُس درد کی خوشبو میں تھا
شام اِک اِسم تھی
اُس اِسم کا جادو میں تھا
شام اِک زُلف تھی
اُس زلف کا قصّہ میں تھا
شام اِک جسم تھی
اُس جسم کا حصّہ میں تھا
ایک بوسہ مجھے تحفے میں دیا تھا اُس نے
ایک اچھا سا مرا نام رکھا تھا اُس نے

اور اِک شام کہ جب خاک میں جُگنو چمکے
اور اِک شام کہ جب دُھول اُڑی پات گرے
اور اِک شام کہ جب برف پہاڑوں پہ گری
اور اِک شام کہ جب پھُول کِھلے دُھوپ ہنسی

شام نے مجھ سے کہا تم مجھے واپس دے دو
چاہے اِس بدلے میں تم ہجر کے موسم لے لو
ایک بوسہ وہ جو تحفے میں دیا تھا میں نے
اور وہ نام جو اچھا سا رکھا تھا میں نے

تیری صبحوں میں کسی یاد کی برسات نہیں
بے وفا شام تری شام نہیں رات نہیں
پھر بھی اس شام جُدائی مت دے
بے وفا
آج کی اس شام جُدائی مت دے
آج اِس دُھوپ میں
کچھ شام بھی شامل ہے
اندھیرے میں کہیں
آج اِس رات میں
کچھ شام بھی شامل ہے
اُجالے میں کہیں
بے وفا
آج کی اِس شام جُدائی مت دے

انٹرنیشنل ٹھگ

چرن جیت دھون

تاج ہوٹل کے باوردی دربان نے کورنش بجاتے ہوئے آنند کے لئے فوری دروازہ کھول دیا۔ وہ لابی میں داخل ہوکر سیدھا ریسپشن کاؤنٹر پر گیا اور وہاں سے اپنے کمرے کی چابی لی۔ اس کے لئے چند پیغام بھی تھے، جنہیں پڑھتا ہوا وہ دسویں منزل پر جانے کے لئے لفٹ کی طرف بڑھ گیا۔ ریسپشنسٹ نے اس کی طرف کچھ مشکوک نظروں سے دیکھا، لیکن آنند نے اُسے نظر انداز کردیا۔

لاؤنج میں صوفے پر بیٹھے انسپکٹر وکرم نے چہرے کے آگے سے اخبار تھوڑا سا ہٹایا اور ریسپشنسٹ کی طرف دیکھا۔ پہلے سے دی ہوئی ہدایت کے مطابق اس حسینہ نے 'ہاں' میں ہلکا سا سر ہلا دیا۔ انسپکٹر اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ تھوڑی دور کھڑے ہوئے رائفلوں سے لیس دو کانسٹبل اس کے قریب

پر یقین نہیں آرہا تھا۔ وکرم چار گھنٹے پہلے بھی اسے فون کرچکا تھا۔ اس نے مادھوی کو بتایا تھا کہ کچھ دیر پہلے تربھون داس بھیم جی جاویری کے شوروم میں ٹھگی اور ڈکیتی کی جو واردات ہوئی تھی اس کے پیچھے آنند کا ہاتھ تھا۔ مادھوی نے سوچا، وکرم حسد کی وجہ سے ایسا کررہا تھا۔ وہ خود مادھوی

کرسکا اور مادھوی کے والدین کو کھری کھری سنا کر ان کے گھر سے چلا آیا۔ اس کے بعد تو مادھوی کے باپ کو وکرم کا نام سننا بھی گوارا نہ تھا۔

پھر چند ماہ پہلے مادھوی کی زندگی میں متوسط خدوخال والا، خوب رُو اور ذہین نوجوان، آنند پرکاش آیا۔ وہ امریکہ میں رہنے والا ہندوستانی تھا، جیسا کہ اس نے مادھوی کے والدین کو بتایا اس کے پاس دولت کی کمی نہیں تھی، اسے صرف دلی سکون اور حقیقی پیار کی تلاش تھی اور اسی تلاش میں وہ پندرہ برس بعد ہندوستان لوٹا تھا۔ اس کا ارادہ بھارت میں بس جانے کا تھا اور وہ یہاں کی صنعتوں میں سرمایہ لگانے اور نئی صنعتیں قائم کرنے کا خواہاں تھا۔ اگر وہ مادھوی کو دیکھتے ہی اس پر مرمٹا تھا تو مادھوی کے والدین نے بھی اس کے ساتھ پہلی ہی ملاقات کے بعد اسے اپنا

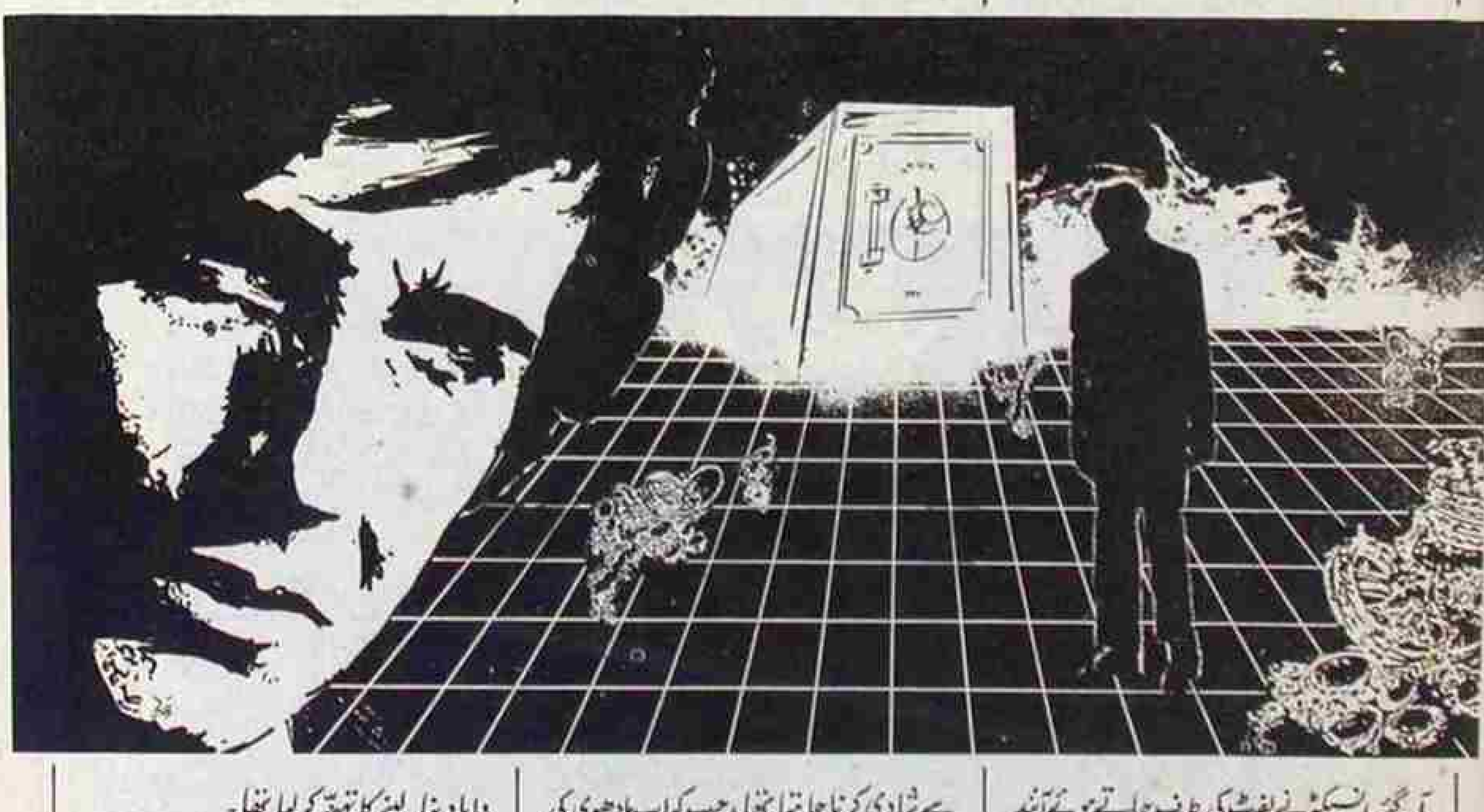

آگئے۔ انسپکٹر نے لفٹ کی طرف جاتے ہوئے آنند کی طرف دیکھا۔ کانسٹبلوں کو اس پر نگاہ رکھنے کی ہدایت دے کر وہ بیل کیپٹن کی میز پر جاکر فون پر کوئی نمبر ڈائل کرنے لگا۔

اپنے بنگلے کے ڈرائنگ روم میں مادھوی فون کے پاس ہی بیٹھی تھی۔ گھنٹی بجتے ہی اس نے ریسیور اٹھالیا۔

"وہ آگیا ہے تھوڑی دیر میں اپنے کمرے میں پہنچ جائے گا۔" مادھوی کے کان میں انسپکٹر کی آواز آئی اور پھر فون بند ہوگیا۔ مادھوی کو وکرم کی بات

سے شادی کرنا چاہتا تھا، جب کہ اب مادھوی کی سگائی آنند کے ساتھ ہونے والی تھی۔

مادھوی اور وکرم کالج کے زمانے سے آپس میں محبت کرتے تھے اور شادی بھی کرنا چاہتے تھے، لیکن مادھوی کے کروڑپتی باپ ترسیم لال نے اس رشتے کی منظوری نہیں دی تھی کیوں کہ وکرم ایک غریب خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ ماں باپ کی اکلوتی بیٹی ہونے کے ناتے مادھوی اپنے والدین کو رضامند بھی کرلیتی، لیکن پہلی ہی ملاقات میں وکرم اپنی انا کو پہنچائی ہوئی ٹھیس برداشت نہ

داماد بنا لینے کا تہیّہ کرلیا تھا۔

اس کے بعد مادھوی کے والد سیٹھ ترسیم لال آنند کو کسی نہ کسی بہانے اپنے بنگلے پر آنے کی دعوتیں دینے لگے۔ وہ بمبئی کی ایک بہت بڑی اور مشہور ہیرے جواہرات اور زیورات کی فرم کے مالک تھے۔ انہوں نے آنند کا تعارف شہر کے بڑے بڑے سرمایہ داروں، بیوپاریوں، صنعت کاروں، سرکاری افسروں اور وزیروں سے کرایا اور اس کے لئے سرمایہ لگانے کی اسکیمیں بنوائیں۔

پہلے پہل مادھوی نے آنند میں زیادہ

www.taemeernews.com

دل چسپی نہیں لی۔ البتہ والدین کے حکم کے مطابق اس کی مہمان نوازی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ لیکن آہستہ آہستہ اپنی مقناطیسی شخصیت نے اس کو اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیا۔ وہ وکرم کو بھول تو نہیں سکی تھی، لیکن اس کے دل میں آنند کے لئے پیار جاگنے لگا تھا۔ اور جب اس کے والدین نے آنند کے ساتھ اس کے رشتے کے بارے میں اس کی رائے جاننا چاہی تو اگر اس نے اقرار نہیں کیا تو صاف طور سے انکار بھی نہیں کر سکی۔

سگائی کی تاریخ طے ہو گئی۔ رشتہ داروں اور دوستوں کو دعوت نامے بھیج دئے گئے۔ کہیں سے اس بات کی خبر وکرم کو بھی مل گئی۔ اور پھر سگائی کی رسم کے دو دن پہلے مادھوی کو اس کا فون ملا۔

"میں جانتا ہوں، میں تمہیں کبھی حاصل نہیں کر سکوں گا۔ لیکن میں پھر بھی تمہارا دشمن نہیں، خیر خواہ ہوں۔ میں یہ ضرور چاہوں گا کہ شادی کے بعد تمہاری زندگی شگفتہ رہے۔ میں نے یہ بتانے کے لئے فون کیا تھا کہ جس شخص کے ساتھ تمہاری شادی ہو رہی ہے وہ انٹرنیشنل ٹھگ ہے۔ اسپیشل کرائم برانچ کا انسپکٹر ہونے کے ناتے مجھے یہ انفارمیشن انٹیلیجنس بیورو سے ملی ہے۔ انٹرپول آنند پرکاش کی حرکات و سکنات پر ہمیشہ نگاہ رکھے رہتی ہے۔"

فون سننے کے بعد مادھوی کافی دیر تک پریشان رہی۔ اسے یہ الجھن بھی گھیرے ہوئے تھی کہ اس اطلاع کے بارے میں والدین کو بتائے یا نہ بتائے۔ اس کا خیال تھا کہ وکرم پیار میں ناکامی کی وجہ سے ایسا کر رہا تھا، لیکن اس کے ساتھ ہی اس کے ذہن میں یہ کشمکش بھی تھی کہ اگر وکرم کی اطلاع درست ہوئی تو بعد میں بہت دیر ہو چکی ہوگی۔ زندگی بھر پچھتانے سے ابھی سنبھل جانا بہتر تھا۔ اس نے والدین کو بتایا، تو ترسیم لال نے غصے میں آ کر وکرم کو دو چار گالیاں دے ڈالیں، لیکن ساتھ ہی اپنی بیماری کا بہانہ بنا کر سگائی کی تاریخ پندرہ دن کے لئے ملتوی کر دی۔ اتنا بڑا خطرہ وہ بھی مول نہیں لینا چاہتے تھے۔ اگر آنند واقعی ٹھگ ہوا تو؟

ترسیم لال تو آنند کو اب گھر کا ہی فرد سمجھنے لگے تھے۔ اپنے بیوپار کے راز بھی اسے بتا دیا کرتے تھے۔ انہیں یاد آیا کہ آنند ان کے شوروم کی سیکیورٹی کے بارے میں غیر معمولی دل چسپی لیتا رہا تھا۔ اور ترسیم لال نے بھی آنند سے جو پوچھا، بے جھجک بتا دیا اور جو دیکھنا چاہا جھجکاہٹ کے بغیر دکھا دیا۔ لیکن انہیں کسی قسم کا خوف نہیں تھا، کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ ان کے شوروم کی سیکیورٹی بہت مضبوط تھی۔ باہر کا دروازہ اور اندر کی سیف جاپان کی جدید ترین الیکٹرانک تکنیک سے کھلتے اور بند ہوتے تھے۔ شام کو شوروم بند کرنے سے پہلے شوکیسوں میں رکھے ہوئے تمام جواہرات، زیورات اور نقدی سیف کے اندر رکھ دئے جاتے تھے اور اس کو ریموٹ کنٹرول سے بند کر دیا جاتا تھا۔ اسی طرح شوروم کا باہر کا بڑا دروازہ بھی ریموٹ کنٹرول سے ہی بند ہوتا تھا۔ دونوں ریموٹ کنٹرول سیٹھ ترسیم لال کے پاس رہتے تھے اور انہیں آپریٹ کرنے کے خفیہ نمبر بھی سیٹھ کے دماغ میں محفوظ تھے۔ اس کے علاوہ شوروم بند ہونے کے بعد اس کے اندر انفراریڈ لہروں کا غیر مرئی جال بچھ جاتا تھا تاکہ اگر کوئی چور کسی طرح اندر گھس بھی جائے اور سیف کی طرف بڑھنے لگے تو خفیہ الارم بول اٹھے۔ شوروم کی اس طرح کی سیکیورٹی لازمی تھی، کیوں کہ اس کے اندر کسی وقت بھی کم سے کم دس کروڑ کی مالیت کا سامان ہمیشہ رہا کرتا تھا۔

ترسیم لال کی فرم رتی لال تولا رام جاویری کا مال دنیا کے کئی ملکوں کو برآمد ہوتا تھا۔ اسی سلسلہ میں ان کے وسائل اور رسوخ امریکہ میں بھی تھے۔

وہ اسی رات ہوائی جہاز سے امریکہ کے لئے روانہ ہو گئے تھے اور چار دن میں لوٹ بھی آئے تھے۔ لوگ تو بس اتنا ہی جانتے تھے کہ سیٹھ ترسیم لال اپنے گھر میں ہی ہیں اور ڈاکٹروں کی صلاح پر وہ کسی سے نہیں مل سکتے۔ ان کی اطلاع کے مطابق امریکہ میں آنند پرکاش کی ایک خاصی بڑی الیکٹرانک کی فرم تھی اور اس کا بینک بیلنس بھی کافی تھا۔ یہ خبر تو وہ اپنے بینکرز کے ذریعے بمبئی میں رہ کر بھی منگوا سکتے تھے، لیکن آنکھوں دیکھی اور کسی کی کہی میں فرق بھی تو ہوتا ہے۔ رقم تو ان کی کافی خرچ ہو گئی تھی لیکن اب انہیں اپنے ہونے والے داماد کی ساکھ کے بارے میں پورا اعتماد ہو گیا تھا۔

ابھی آنند اور مادھوی کی سگائی کی ترمیم شدہ تاریخ میں پانچ دن باقی تھے کہ تربھون داس بھیم جی جاویری کے شوروم میں ٹھگی کی واردات ہوئی۔ اس دن وکرم نے ایک بار پھر مادھوی کو فون کیا: "تم نے میری بات نہیں مانی۔ پچھتاؤ گی۔ اس میں میری کوئی خود غرضی نہیں ہے۔ میں صرف تمہارا بھلا چاہتا ہوں اور اس کے ساتھ یہ بھی چاہتا ہوں کہ ایک دن تمہارے والدین کنگال ہو کر سڑکوں پر در در کی ٹھوکریں نہ کھاتے پھریں۔ آج تربھون داس بھیم جی جاویری کے شوروم میں جو ٹھگی کی واردات ہوئی ہے، وہ تمہارے آنند پرکاش نے ہی کی ہے۔ میرے پاس اس کے ایک نہیں کئی ثبوت ہیں۔ اس وقت میں ہوٹل کی لابی میں بیٹھا اس کا انتظار کر رہا ہوں۔ ہوٹل والے کہتے ہیں وہ اب نہیں لوٹے گا۔ لیکن مجھے پورا یقین ہے کہ وہ آئے گا۔ مجھے معلوم ہے تم اسے فون کرنا چاہو گی۔ بے شک ٹرائی کر لو۔ وہ اس وقت اپنے کمرے میں نہیں ہے۔ صبح کا باہر گیا، ابھی تک نہیں لوٹا۔ ہاں، جب لوٹے گا تو میں تمہیں فون پر اطلاع کر دوں گا۔"

اس کے بعد وکرم نے فون بند کر دیا اور پھر دوبارہ فون اس وقت کیا جب آنند لوٹا۔ وکرم کو اپنے شکار کی گھات میں پورے چار گھنٹے بیٹھنا پڑا تھا۔ فون بند کر کے وہ اپنے کانسٹبلوں کے ساتھ آنند کے کمرے تک جانے کے لئے لفٹ میں جا گھسا۔

آنند جیسے ہی اپنے کمرے کے دروازے تک پہنچا اسے اندر سے فون کی گھنٹی کی دھیمی سی آواز سنائی دی۔ اس نے پھرتی سے تالے میں چابی ڈال کر گھما دی اور دروازہ کھول کر ٹیلی فون کی طرف لپکا۔ اس کا دھیان کمرے میں کہیں دوسری طرف گیا ہی نہیں۔ اگر جاتا تو شاید وہ ریسیور اٹھانا بھول جاتا۔ کمرے کی ہر چیز اتھل پتھل ہو رہی تھی۔ اس کے سوٹ کیس کھلے پڑے تھے۔ کپڑے، کاغذات اور دوسری سب اشیاء بکھری پڑی تھیں۔

جیسے ہی اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا تو اس کے کان میں وہی آواز آئی جسے سننے کے لئے وہ بے چین رہنے لگا تھا۔

"ہیلو ایندی!" وہ مادھوی کی آواز تھی۔ آنند کا دل پھدکنے لگا اور اس کے حواس پر نشہ سا چھانے لگا۔ پانچ دن بعد اس کی مادھوی سے سگائی ہو جائے گی اور پھر شادی۔ مادھوی جسے وہ از حد پیار کرتا تھا، ہمیشہ کے لئے اس کی ہو جائے گی۔

"کب سے فون ملا رہی تھی۔ کہاں تھے صبح سے؟" مادھوی کی آواز میں شکایت تھی۔

"کھپولی گیا تھا۔ بیئر کی فیکٹری لگانے کے لئے زمین دیکھنے کی غرض سے۔" اب پہلی بار اس کی نگاہ کمرے میں بکھری ہوئی چیزوں پر پڑی تھی۔ اس کے ہوش اڑ گئے اور اس کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا: "او گاڈ!"

"کیا ہوا؟" مادھوی نے دوسری طرف سے پوچھا "کیا بات ہے؟"

"کچھ نہیں۔" آنند نے بات بدلنا چاہی۔ "تم بتاؤ کیسی ہو تم؟ رات کے ڈنر کے بعد اب بات ہو رہی ہے تمہارے ساتھ۔" اس نے ریسیور کو گردن اور کندھے کے بیچ میں پکڑ لیا اور قالین پر بیٹھ کر بکھری ہوئی اشیاء کا معائنہ کرنے لگا۔ مادھوی فون میں بولتی چلی گئی۔ اس کی آواز آنند

www.taemeernews.com

● فلم مہادیو کے لئے شرابی دوست راج ببّر کو سینے سے لگائے ہوئے اور شرابی محبوبہ میناکشی سیشادری کو گلے سے لگانے کے لئے بے قرار ونود کھنّہ

کے کان میں تو آرہی تھی، لیکن دماغ تک نہیں پہنچ رہی تھی، کیوں کہ وہاں اب تک کھلبلی مچی ہوئی تھی۔

"اینڈی! اینڈی!" آخر مادھوی فون میں چلائی۔

"اوں!" آنند کے مونھ سے ہلکا سا نکلا۔

"کیا بات ہے؟" میری آواز تو سنائی دے رہی ہے نا؟"

"اوں۔ ہاں، ہاں۔ دے رہی ہے۔"

"تو پھر بتاؤ میں کیا کہہ رہی تھی؟"

"تم ___ تم ___ کیا کہہ رہی تھیں تم؟"

"اوہ! تو جناب میری بات سُن ہی نہیں رہے تھے!" مادھوی کی آواز میں طنز تھا "کہاں کھو گئے تھے؟ یا کوئی اور بھی ہے تمہارے کمرے میں تمہارے ساتھ؟"

"نہیں، کوئی نہیں ہے۔" وہ گھبرا کر بول اٹھا "یہ یہاں کچھ ___"

"کیا بات ہے؟" مادھوی نے بے چینی سے پوچھا "کوئی اور تو نہیں ہے نا کمرے میں؟"

"کہا نا، نہیں ہے۔ تم بتاؤ نا، کیا کہہ رہی تھیں تم؟" آنند نے التجا کی۔

"میں بتا رہی تھی کہ وہ ترِبھون داس بھیم جی کے شوروم میں آج ڈاکہ پڑا ہے نا ___"

"ڈاکہ پڑا ہے؟" آنند چونک اٹھا۔

"ہاں، تم نے 'ایوننگ نیوز' نہیں دیکھا؟ پوری تفصیل ہے اس میں۔" مادھوی بول رہی تھی۔ "تم کل ہی ڈنر پر بتا رہے تھے نا کہ امریکہ میں کس طرح نئے نئے انداز کی ٹھگیاں ہوتی ہیں۔ اب تو یہاں بھی ایسی ہی ٹھگیاں ہونے لگی ہیں۔ آج کی ٹھگی تو واقعی نئے انداز کی تھی۔ کیا بات ہے؟ سُن رہے ہو نا؟"

"ہاں، ہاں سُن رہا ہوں۔ تم بولتی جاؤ۔" آنند نے اُکھڑے ہوئے انداز میں کہا۔

"میں نے پوچھا تھا، تم نے آج کا 'ایوننگ نیوز' نہیں پڑھا؟"

"نہیں، نہیں۔ میں دیکھ نہیں سکا۔ ابھی ابھی تو ڈاہوں کھولی ہے۔ تم ہی بتا دو نا کیا لکھا ہے 'ایوننگ نیوز' میں؟" اپنے سوٹ کیس میں کچھ ڈھونڈتے ہوئے اس کا ہاتھ اچانک تیزی سے چلنے لگا۔

"چالیس لاکھ کا مال لوٹ کر لے گیا ہے ٹھگ۔" مادھوی کہہ رہی تھی "لیکن کیا کمال کی ترکیب استعمال کی اس نے۔ کچھ دن پہلے اس نے 'ٹائمز آف انڈیا' میں انٹیلیجنس انسپکٹروں کی نوکریوں کے لئے اشتہار دیا اور انٹرویو کے بعد سب کے سب تیس درخواست دہندگان کا تقرر کر دیا۔ انہیں باقاعدہ بھارت سرکار کے انٹیلیجنس بیورو کے شناختی کارڈ دئے۔ پھر اس نے انہیں بتایا کہ وہ انہیں عملی ٹریننگ کے لئے ایک کرائے کی بس میں بٹھا کر ترِبھون داس بھیم جی کے شوروم پر چھاپہ مارنے کے لئے لے جا رہا ہے۔ شوروم کے مالک نے ٹھگ کو اصلی انٹیلیجنس افسر اور اس کی نقلی ریڈنگ پارٹی کو اصلی سمجھ لیا۔ ٹھگ کے ہاتھ میں نہ صرف اپنا ریوالور دے دیا بلکہ جو کچھ اس نے مانگا اس کے حوالے کر دیا۔ ٹھگ جواہرات، زیور اور نقدی ایک سوٹ کیس میں ڈال کر چلتا بنا اور جلد واپس آنے کا وعدہ کر کے پیچھے چھوڑ گیا اپنے تمام انٹیلیجنس انسپکٹر۔"

مادھوی نے اپنی بات پوری بھی کر لی، لیکن آنند نے دو تین بار ہُوں، ہاں کرنے کے سوا کوئی خاص ردِ عمل نہیں دکھایا۔ وہ بہت پریشان تھا۔ اس کا ریوالور نہیں مل رہا تھا۔

مادھوی کی بات کے دَوران میں ہی انسپکٹر وکرم ہاتھ میں ریوالور تانے کمرے کے کھلے دروازے کے بیچ میں آ کر کھڑا ہو گیا تھا اور اس کے پیچھے دو نوں کانسٹبل دکھائی دے رہے تھے۔ اس نے آنند کا دھیان اپنی طرف کھینچنے کے لئے دروازے پر دستک دی۔ دروازے کی طرف نگاہ جاتے ہی آنند ہکا بکا رہ گیا اور وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے انسپکٹر وکرم کی طرف دیکھتا ہی چلا گیا۔

اس کے کان سے لگے ہوئے ریسیور سے آتی ہوئی مادھوی کی آواز تو اُسے سنائی ہی نہیں دے

27
www.taemeernews.com

رہی تھی۔

"ہینڈز اپ!" آنند کی طرف ریوالور تانے ہوئے، وکرم کمرے کے اندر چلا آیا۔ اس نے اپنے آدمیوں کو باہر رہنے کا اشارہ کیا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟" آنند بیٹھے بیٹھے ہی بارعب لہجے میں بولا "کون ہو تم؟"

"وہ میں بعد میں بتاؤں گا۔" انسپکٹر گرجا "پہلے تم فون چھوڑ دو، کھڑے ہو جاؤ اور ہاتھ اوپر اٹھا دو، ورنہ گولی مار دوں گا۔"

آنند خوف زدہ تو نہیں ہوا لیکن مصلحت کا تقاضا یہی تھا کہ وہ انسپکٹر کی بات مان لے۔

"مادھوی میں تمہیں تھوڑی دیر میں فون کرتا ہوں۔" اس نے ریسیور واپس رکھ دیا اور ہاتھ اٹھا کر کھڑا ہو گیا۔

انسپکٹر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی اور آنکھوں میں چمک ابھر آئی۔

"کون ہو تم؟ کیا چاہتے ہو؟" آنند تحکمانہ لہجے میں بولا "جانتے ہو میں کون ہوں؟ میں امریکہ کا رہنے والا ہوں۔ وہاں میرا بہت بڑا بزنس ہے۔ بھارت میں پندرہ سال کے بعد لوٹا ہوں۔ یہاں کی صنعتوں میں اپنا سرمایہ لگانا چاہتا ہوں اور نئی صنعتیں لگانا چاہ رہا ہوں۔ سوچ سمجھ کر ہاتھ لگانا مجھے، ورنہ ــــــ"

"قانون شکنی کرنے والا ہر شخص سرکاری افسروں کو اسی طرح دھمکاتا ہے۔" انسپکٹر وکرم نے نہایت تحمل کے ساتھ کہا "تم نے پوچھا کہ میں کون ہوں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ میں اسپیشل کرائم برانچ کا پولیس انسپکٹر ہوں۔" اس نے جیب سے اپنا شناختی کارڈ نکال کر آنند کی آنکھوں کے سامنے کر دیا۔ "یہ رہا میرا آئی ڈینٹیٹی کارڈ۔ اور یہ تمہارے ان کارڈوں کی طرح نقلی نہیں ہے جو تم نے اپنے انٹیلیجنس انسپکٹروں کو دئے تھے، ترلوچن داس بھیم جی کے شوروم میں ڈاکہ ڈالنے سے پہلے۔"

"کیا بکتے ہو؟" آنند غصے میں بھڑک اٹھا۔ "میں نے کسی کو کوئی نقلی کارڈ نہیں دئے اور نہ میں نے کہیں کوئی ڈاکہ ڈالا ہے۔ تم نے مجھے ڈاکو کہا ہے انسپکٹر تمہیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ تم نہیں جانتے میری رسائی کتنی اونچی جگہوں پر ہے، یہاں بھی اور امریکہ میں بھی۔"

"یہ گیدڑ بھبکیاں ہوں یا شیر بھبکیاں۔ ایک پولیس افسر کے ناتے میں اپنا فرض انجام دینے میں کبھی کوتاہی نہیں کروں گا چاہے مجھے اپنی نوکری سے تو کیا جان سے بھی ہاتھ کیوں نہ دھونے پڑیں۔" وکرم نے اطمینان سے کہا "آیئے میرے ساتھ پولیس اسٹیشن چلئے۔"

"کیوں؟ کس لئے؟" آنند گرج اٹھا "تمہارے پاس کوئی اتھارٹی؟ میرے خلاف کوئی وارنٹ؟"

"میں جانتا تھا، تم یہی پوچھو گے، مسٹر اینڈی پینڈا۔" وکرم نے آنند کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔

"اینڈی پینڈا! کیا مطلب؟" آنند حیران ہو کر بولا "میرا نام آنند پرکاش ہے، اینڈی پینڈا نہیں۔"

"تمہیں لوگ اینڈی پکارتے ہیں یا نہیں؟" وکرم کی خود اعتمادی بڑھتی چلی جا رہی تھی۔

"ہاں۔ لیکن صرف میرے نزدیکی دوست۔"

"اور جب آنند سے اینڈی ہو سکتا ہے تو پرکاش سے پینڈا بھی ہو سکتا ہے۔" وکرم کی بات میں وزن تھا۔

"بکواس!" آنند پھر گرجا۔

"انٹرپول کی بات بکواس نہیں ہو سکتی، مسٹر اینڈی پینڈا۔" انسپکٹر کے لہجے میں طنز کی جھلک تھی۔

"کیا بکتے ہو؟ انٹرپول کی دھمکی دیتے ہو مجھے؟" آنند کی سانس دھونکنی ہوئی جا رہی تھی۔

"دھمکی نہیں، یہ حقیقت ہے مسٹر اینڈی پینڈا۔" وکرم نے اپنا وار جاری رکھا "جس روز آپ امریکہ سے روانہ ہوئے تھے، اسی روز آپ کا پورا کچا چٹھا نیویارک سے انٹرپول نے ٹیلیکس سے بھارت سرکار کے دہلی میں واقع انٹیلیجنس بیورو کو بھیج دیا تھا۔ اس میں آپ کے ٹھگی اور چار سو بیسی کے تمام کارناموں کا مختصراً ذکر ہے۔ مثلاً ایک کمپیوٹر فراڈ کر کے ایک بینک سے آپ نے دو ملین ڈالر کا غبن کیا۔ ایک میوزیم سے آپ نے ایک شاہکار پینٹنگ بڑی خوش اسلوبی سے غائب کر کے پانچ ملین ڈالر کمائے، اور......"

"شٹ اپ!" آنند گلا پھاڑ کر چلایا "میں اینڈی پینڈا نہیں ہوں۔ اگر میں اینڈی پینڈا ہوں بھی تو بھی تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔"

"چلئے، ایک بات کا تو اقرار کیا آپ نے کہ بین الاقوامی ٹھگ اینڈی پینڈا آپ ہی ہیں۔"

"میں نے کوئی اقرار نہیں کیا۔" آنند غرایا۔

"میں نے صرف اتنا کہا ہے کہ تم اصلی اینڈی پینڈا کو بھی وارنٹ کے بغیر، ثبوت کے بغیر گرفتار نہیں کر سکتے۔"

"چلئے، مانا کہ وہ اینڈی پینڈا آپ نہیں ہیں، لیکن یہ تو مانتے ہیں کہ آج کی ٹھگی آپ ہی نے کی ہے؟" وکرم نے آنند سے قبول کرانا چاہا۔

"نہ تو میں ٹھگ ہوں اور نہ میں نے ٹھگی کی ہے۔ تم ایک شریف انسان کو خواہ مخواہ پریشان کر رہے ہو۔ تمہارے پاس میرے خلاف کوئی ثبوت ہو تو لاؤ، ورنہ چلو مجھے پولیس اسٹیشن۔" بولتے بولتے اس نے ٹیلی فون پر کوئی نمبر ڈائل کرنا شروع کر دیا "میں ابھی بلاتا ہوں ہوٹل کے منیجر کو۔ تم نے میری غیر حاضری میں میرے کمرے میں بے جا مداخلت کی ہے، چوری کی ہے۔"

"کوئی ضرورت نہیں منیجر کو بلانے کی۔" وکرم ایک دم ٹھنڈا پڑ گیا۔ "یہ لو اپنا ریوالور، لیکن یاد رکھو، میں تمہیں گرفتار کئے بغیر چین کا سانس نہیں لوں گا۔"

انسپکٹر وکرم کے جانے کے بعد آنند سوچ میں پڑ گیا۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد اس نے ریسیور اٹھا کر سیٹھ ترسیم لال کا نمبر ملایا۔

"سر، میں بہت پریشان ہوں۔ کوئی انسپکٹر وکرم مجھ پر ٹھگی کا الزام لگا کر مجھے گرفتار کرنا چاہتا ہے۔ وہ کہہ رہا ہے کہ وہ مجھے ترلوچن داس بھیم جی کے شوروم پر پڑنے والے ڈاکے کے کیس میں پھنسوا کر دم لے گا، حالانکہ اس کے پاس میرے خلاف کوئی ثبوت نہیں ہے۔"

"میں جانتا ہوں اس حرام زادے کو۔" ترسیم لال نے وکرم کے خلاف نفرت میں ابل کر کہا "وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا، تم سیدھے میرے پاس چلے آؤ۔"

رات کا وقت تھا۔ آنند مادھوی کے گھر میں ہی تھا۔ خاندان کے افراد ڈنر کے لئے بیٹھے ہی رہے تھے کہ انسپکٹر وکرم آنند کی گرفتاری کے وارنٹ لے کر پہنچ گیا، لیکن اسے مایوس ہو کر لوٹنا پڑا کیونکہ سیٹھ ترسیم لال نے اپنے اثر و رسوخ سے آنند کے لئے پیشگی ضمانت کا بندوبست کر لیا تھا۔ جاتے جاتے وکرم سیٹھ کو خبردار کرتا گیا کہ یہ الگ بات تھی کہ وہ مادھوی سے پیار کرتا تھا، لیکن اس کے ہونے والے شوہر کو وہ اس لئے نہیں بدنام کرنا چاہ رہا تھا کہ وہ اس سے حسد کرتا تھا بلکہ حقیقت تھی کہ آنند پرکاش انٹرنیشنل ٹھگ اینڈی پینڈا ہی تھا اور وہ ایک دن سیٹھ ترسیم لال کی ساری دولت لوٹ کر بھاگ جائے گا۔ اس اطلاع کے بدلے میں وکرم کو ترسیم لال کی طرف سے گالیاں ہی ملیں۔ ہاں، مادھوی کی آنکھوں میں ضرور آنسو چھلک آئے جنہیں آنند نے دیکھ لیا۔ اسے ایسا لگا کہ مادھوی اب بھی وکرم سے ہی پیار کرتی ہے۔

پانچ دن بعد رات کو سیٹھ ترسیم لال کے بنگلے پر آنند اور مادھوی کی سگائی کی پارٹی تھی۔ خوب رونق تھی۔ بہت سے مہمان اکٹھے ہوئے تھے۔

www.taemeernews.com

طرح طرح کے تحفوں کے ڈبوں کا انبار لگ چکا تھا۔ آنند دن بھر وہیں رہا تھا۔ سگائی کی رسم ادا ہو چکی تھی۔ ڈنر میں ابھی دیر تھی۔ کاک ٹیل پارٹی چل رہی تھی۔ آنند نے بتایا کہ اس کے چند احباب اس کی سگائی کی پارٹی میں شمولیت کے لئے امریکہ سے آرہے تھے۔ ان کے استقبال کے لئے وہ سیٹھ ترسیم لال کی اجازت سے اُن کی مرسڈیز لے کر چلا گیا۔

دو گھنٹے بعد آنند اکیلا ہی لوٹ آیا۔ اس کے دوست امریکہ میں روانہ ہونے سے پہلے جلدی میں کچھ ضروری ٹیکے لگوانا بھول گئے تھے اس لئے کسٹم حکام نے انہیں سات دن کا کوارن ٹین (QUARANTINE) دیا تھا۔ اس کے بعد ہی وہ بھارت میں داخل ہو سکتے تھے۔ آنند کے دوستوں نے اس تجویز کو سزا سمجھ کر نامنظور کر دیا تھا اور واپسی فلائٹ سے امریکہ روانہ ہو گئے۔ البتہ مادھوی کے لئے لایا ہوا تحفہ وہ آنند کو دے گئے تھے۔

ایک کافی بڑا گتّے کا ڈبّا مگرمچھ کے جبڑے کی طرح کھلی ہوئی کار کی ڈکی میں پڑا تھا۔ نوکر اسے اٹھا کر بنگلے کے اندر لے آئے۔

"کتنا اچھا ہوتا اگر یہ تحفہ میرے دوست تمہیں خود پیش کرتے"۔ آنند نے مادھوی کو پیار بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا "ویسے وہ تین دن میں ہی آجائیں گے۔ سات دن یہاں کوارن ٹین میں گزارنے کے بجائے انہوں نے امریکہ سے ٹیکے لگوا کر لوٹنا بہتر سمجھا"۔

"تو پھر یہ تحفہ ہماری مادھوی تمہارے دوستوں کے ہاتھوں سے ہی قبول کرے گی ——" ترسیم لال کی خوشی کا ٹھکانا نہیں تھا۔ "چلو اب کھانا کھائیں سب تمہارا ہی انتظار کر رہے تھے"۔

اب تک آنند لگ بھگ پوری طرح ترسیم لال کے گھنے کا فردبن چکا تھا۔ رات کو بنگلے پر بہت دیر تک محفل جمی رہی۔ پہلے مہمانوں کے ساتھ اور اس کے بعد گھنے کے لوگ صبح چار بجے تک ہنستے کھیلتے اور گپیں ہانکتے رہے۔

صبح کو نو بجے نہا دھو کر، پوجا پاٹھ کر کے اور تیار ہو کر جب ترسیم لال ناشتے کے لئے میز پر بیٹھے تو آنند بھی آگیا۔ وہ بھی تیار ہو چکا تھا۔

"ارے! میں تو سوچ رہا تھا کہ تم آج لنچ سے پہلے نہیں جاگو گے!" ترسیم لال اپنے ہونے والے داماد کو دیکھ کر حیران بھی تھے اور خوش بھی۔ آنند صرف مسکرا دیا "تو پھر آج میرے ساتھ شوروم چلو"۔

ترسیم لال کی مرسڈیز شوروم کے سامنے آکر رکی تو وہاں پہلے سے موجود ان کے قریباً چالیس ملازموں نے ان کا اور آنند کا آداب بجا لاتے ہوئے استقبال کیا۔ سیٹھ جی نے حسب معمول کار میں بیٹھے بیٹھے ہی کیلکولیٹر جیسے ریموٹ کنٹرول کے مختلف ہندسوں پر پھرتی کے ساتھ انگلیاں چلائیں تو اسٹیل کا وزنی اور مضبوط دروازہ شیر کی طرح دہاڑتا ہوا اوپر اٹھ گیا۔ ان کا ڈرائیور کار کا دروازہ کھول کر کھڑا ہو گیا۔ ترسیم لال اور آنند کار سے نکلے۔ سیٹھ جی آگے بڑھ کر دروازے کی دہلیز پر جھکے اور اسے ہاتھ سے چھو کر وہی ہاتھ اپنے ماتھے پر لگایا اور پھر شوروم کے اندر بڑھ گئے۔ اُن کے پیچھے آنند نے بھی ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد تمام ملازم بھی اندر چلے آئے۔

اندر جا کر ترسیم لال نے دیوی دیوتاؤں کی مورتیوں کے سامنے اگربتی اور جوت جلائی اور پھر کچھ دیر بند آنکھوں اور جڑے ہاتھوں سے پرارتھنا کرنے کے بعد انہوں نے دوسرے ریموٹ کنٹرول سے تجوری کا دروازہ کھول دیا۔ لیکن یہ کیا؟ تجوری کے اندر تو کچھ بھی نہیں تھا۔ ہیرے جواہرات اور زیورات کے تمام ڈبے غائب تھے۔ خالی تجوری کو دیکھتے ہی ترسیم لال کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا اور وہ چکرا کر گرنے کو ہی تھے کہ آنند نے انہیں اپنے بازوؤں میں سنبھال لیا۔ وہ چلّایا۔ "ڈاکٹر کو بلاؤ! پولیس کو فون کرو! جلدی!"

تھوڑی ہی دیر میں ڈاکٹر سیٹھ جی کا معائنہ کر رہا تھا اور وکرم کی سرکردگی میں پولیس کا ایک دستہ شوروم میں جگہ جگہ ثبوت اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ ڈاکٹر کے علاج سے سیٹھ جی تو تھوڑی دیر میں ہی ہوش میں آگئے، لیکن پولیس کو مجرم کا چھوڑا ہوا ایک بھی نشان نہیں مل سکا جن نظروں سے انسپکٹر وکرم بار بار آنند کی طرف دیکھ لیتا تھا، ان سے صاف عیاں تھا کہ اس کا شک آنند پر تھا۔ وہ دل ہی میں تلملا رہا تھا، کیوں کہ وہ بغیر کسی ثبوت کے مجرم کو گرفتار نہیں کر سکتا تھا۔ آخر جب اس سے رہا نہ گیا تو اس نے آنند سے کہہ ہی دیا "مان گئے، مسٹر آنند! کیا خوبی سے چوری کی ہے تم نے!"

آنند تو سنجیدگی کے ساتھ وکرم کی طرف دیکھتا رہا۔ لیکن ترسیم لال نے اُسے فوراً ڈانٹ دیا "انسپکٹر، تم میرے ہونے والے داماد پر الزام لگا رہے ہو۔ تمہاری اطلاع کے لئے بتا دوں کہ آنند ساری رات ہمارے گھر میں تھا"۔

آنند نے وکرم کی طرف طنزیہ نگاہوں کے ساتھ دیکھا۔ اس وقت انسپکٹر کی حالت کھسانی بلی سے بھی گئی گزری تھی۔ وہ اپنے بال نوچ لینا چاہتا تھا۔ وہ زیادہ دیر خاموش بھی نہ رہ سکا۔ بھنا کر بول اٹھا "سیٹھ جی، میں نے آپ کی بیٹی سے پیار کیا ہے، اب بھی کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا شاید اسی لئے غلط فہمی ہے کہ میں ان صاحب کو

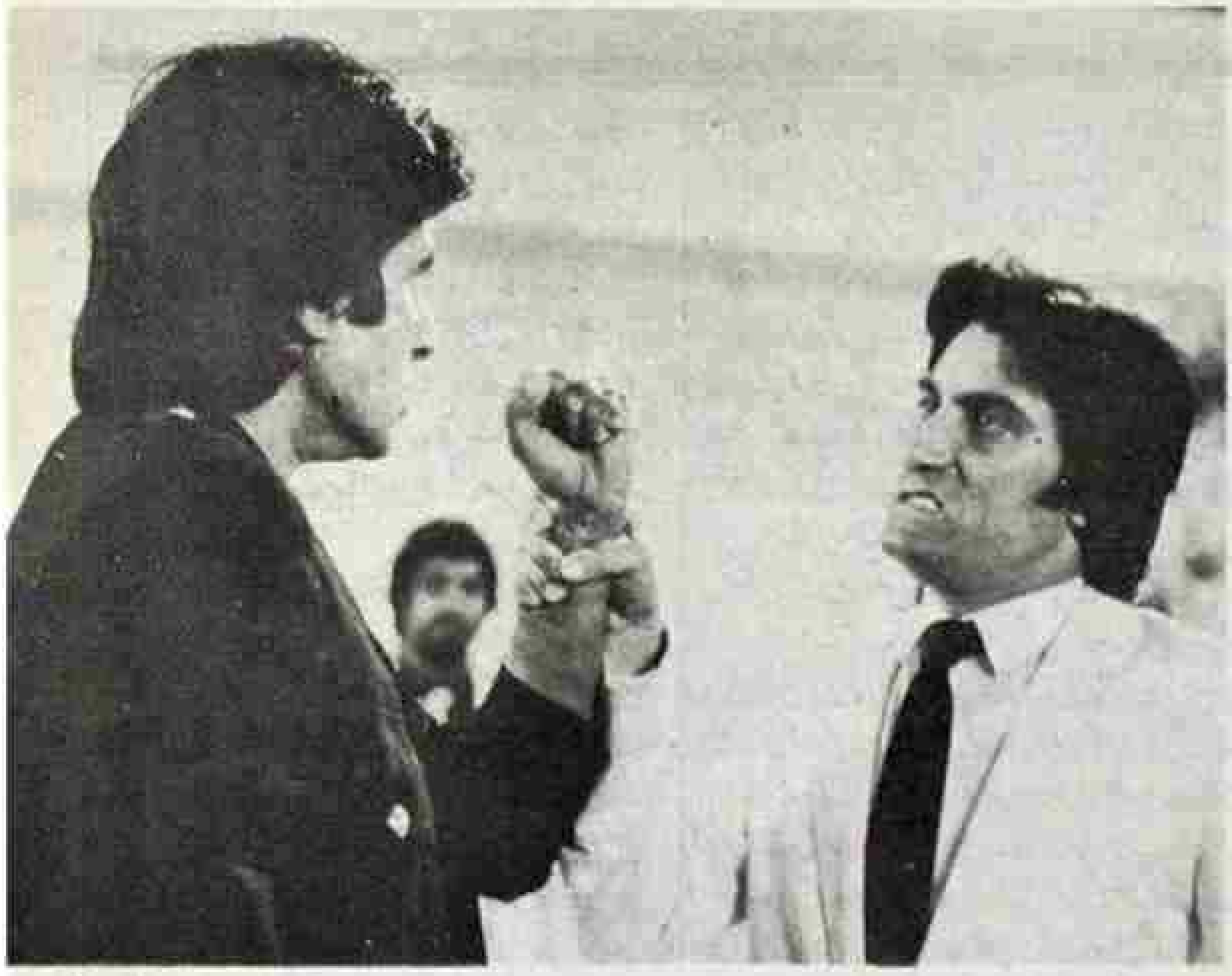

● امیتابھ بچن چاہے جتنا بیمار ہو مگر فلموں کے لئے اسے صحت مند لوگوں سے ٹکرانا پڑتا ہے۔ فلم 'طوفان' کے اس منظر میں علی خان اور امیتابھ بچن کا مقابلہ ہو رہا ہے

www.taemeernews.com

آپ کی نظروں سے گرانا چاہ رہا ہوں لیکن یقین مانئے، میں صرف پولیس افسر کا اپنا فرض نبھا رہا ہوں۔ میں نے اب تک ترلبھون داس بھیم جی کی ٹھگی سے متعلق کئی ٹھوس ثبوت اکٹھے کرلئے ہیں اور میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ اس واردات میں مجھے آنند پرکاش کا ہاتھ ابھی تک کہیں بھی نہیں دکھائی دیا۔ لیکن اس وقت میرا دل یہ گواہی دیتا ہے کہ آپ کے یہاں یہ چوری صرف مسٹر آنند نے کی ہے۔"

"تمہیں شرم آنی چاہئے اس طرح کے بے بنیاد الزام لگاتے ہوئے۔" ترسیم لال آپے سے باہر ہونے لگے۔ "آنند کو چوری کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ میری بیٹی کے ساتھ شادی کے بعد یہ میری تمام جائداد کا حق دار بن جاتا ہے۔"

"آپ مانیں یا نہ مانیں۔ میرے دماغ میں جو آیا میں نے کہہ دیا۔" وکرم کی آواز میں بے بسی تھی۔ "میں تو اپنا فرض سرانجام دیتا رہوں گا اور کوشش کروں گا کہ آنند کے خلاف ٹھوس ثبوت جمع کرسکوں۔"

شام کے تمام اخبارات میں ترسیم لال کے شوروم میں ہونے والی چوری کا ذکر تھا اور ساتھ ہی یہ بھی شک ظاہر کیا گیا تھا کہ اس چوری میں اسی مجرم کا ہاتھ تھا جس نے کچھ دن پہلے ترلبھون داس بھیم جی کے شوروم پر ٹھگی کی تھی۔

آنند نے ترسیم لال سے کہا کہ وکرم اُسے بدنام کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے اور اس سے پہلے کہ کسی بے بنیاد الزام کی بنا پر اس کو حوالات میں بند کردیا جائے، کیوں نہ کچھ عرصے کے لئے امریکہ لوٹ جائے۔ ترسیم لال کو اس تجویز پر بھلا کیا اعتراض ہوسکتا تھا۔

آنند نے اسی شام امریکہ جانے والی فلائٹ پکڑلی اور جاتے جاتے ایک بند لفافہ ترسیم لال کے نام چھوڑ گیا۔

آنند کی روانگی کے بعد ترسیم لال نے لفافہ کھولا تو خط پڑھتے پڑھتے ان کا دماغ چکرانے لگا۔ لکھا تھا:

"آپ کو یہ جان کر صدمہ تو ہوگا ہی ساتھ ہی اچنبھا بھی ہوگا کہ آپ کے شوروم میں چوری میں نے ہی کی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ترلبھون داس بھیم جی کے یہاں ہونے والی چھوٹی سی ٹھگی کا الزام وکرم میرے سر تھوپنے پر بضد تھا۔ یہ میرے شایانِ شان نہیں تھا۔ میں نے آج تک ایک ملین ڈالر (یعنی لگ بھگ سوا کروڑ روپے) سے کم کی ٹھگی نہیں کی اور جو ٹھگی یا چوری میں نے کی ہے، اس کا اپنے پیچھے کوئی ثبوت نہیں چھوڑا اسی لئے قانون آج تک میرے اوپر ہاتھ نہیں ڈال سکا۔ وکرم مجھے کسی ثبوت کے بغیر اسی ٹھگی کے لئے گرفتار کرنا چاہ رہا تھا جو میں نے نہیں کی۔ اس لئے میں نے طے کیا کہ اپنی گرفتاری کے لئے وکرم کو ایک موقع ضرور دوں گا۔ اور میں جو چوری کروں گا وہ میری شان کے شایاں ہوگی۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ وکرم زندگی بھر میرے خلاف کوئی ثبوت اکٹھا نہیں کرسکے گا، کیوں کہ میں اینڈی پینڈا ہوں۔ اور اینڈی پینڈا جو بھی ٹھگی کرتا ہے اس کا کبھی کوئی ثبوت نہیں چھوڑتا۔

اب آپ یہ جاننا چاہیں گے کہ اتنی مضبوط سیکورٹی کے باوجود میں نے آپ کے شوروم میں چوری کرکیسے لی؟ میں بتاتا ہوں۔ آپ کی الیکٹرانک واچ کے اندر فون نمبر اور کچھ دوسری معلومات اسٹور کرنے کی میموری ہے۔ میں نے سوچا، آپ اپنے شوروم کے دونوں ریموٹ کنٹرولز کے خفیہ نمبر اپنے دماغ کے علاوہ کہیں اور بھی رکھتے ہوں گے۔ آپ کو یاد ہوگا، میں نے آپ کی گھڑی کی تعریف کرتے ہوئے اسے دیکھنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ آپ نے مجھے گھڑی دی۔ میں نے اسے دیکھا بھالا اور کچھ نمبر جو فون نمبر نہیں ہوسکتے تھے میں نے یاد کرلئے۔

"سگائی والے دن ایرپورٹ جانے کے بہانے میں دو گھنٹے کے لئے آپ کی مرسڈیز لے گیا تھا۔ میرے کوئی دوست امریکہ سے نہیں آرہے تھے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ کار کے اندر میں نے ایک بریف کیس رکھا تھا جو اصل میں آپ کا تھا۔ آپ سمجھے میرا تھا، کیوں کہ میرا اور آپ کا بریف کیس ایک ہی جیسے تھے۔ آپ کے اس بریف کیس کے اندر تھے وہ دونوں ریموٹ کنٹرول، جس کا مجھے علم تھا۔ آپ کے بریف کیس کے تالے کا خفیہ نمبر مجھے معلوم تھا۔ ایک بار جب آپ اسے کھول رہے تھے تو میں نے کنکھیوں سے دیکھ کر نمبر یاد کرلیا تھا۔

"شوروم کے باہر تعینات ہتھیار بند چوکیدار بہت ہوشیار تھے۔ لیکن میرے ریوالور سے نکلی ہوئی بے ہوش کردینے والی گولیوں کے سامنے ان کی ایک نہ چلی۔ میں نے کار میں بیٹھے بیٹھے ہی ریموٹ کنٹرول پر دو تین نمبر ٹرائی کئے۔ صحیح نمبر نے کھل جا سم سم کا کام کیا۔ شوروم کے اندر جاکر میں نے انفرا ریڈ لہروں کا سوئچ بند کردیا۔ پھر اسی طرح دوسرے ریموٹ کنٹرول سے میں نے سیف کا دروازہ بھی کھول لیا اور اس کے اندر رکھے ہوئے تمام ہیرے، جواہرات نکال لئے۔

"یقین مانئے میرا آپ کے ساتھ ٹھگی کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ میں مادھوی سے محبت کرنے لگا تھا اور بھارت میں ہی رہ کر اس کے ساتھ شادی کرکے اپنے جرائم کے ماضی کو دفنا کر ایک شریف شہری کی زندگی بسر کرنا چاہتا تھا۔ لیکن میرا ماضی میرے پیچھے پیچھے یہاں بھی چلا آیا۔ انسپکٹر وکرم کو پتہ چل گیا کہ میں ہی اینڈی پینڈا ہوں۔ وہ میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا تھا۔ اور ہوسکتا تھا کہ میرے ساتھ ساتھ آپ بھی بدنام ہوتے، یہی میں نہیں چاہتا تھا، کیوں کہ آپ نہ صرف مجھے بہت نیک انسان لگے، بلکہ آپ نے مجھ پر پورا بھروسہ بھی کیا۔

اس کے علاوہ ایک اور بات بھی تھی۔ یہ تو میں سمجھ ہی چکا تھا کہ وکرم مادھوی کی محبت کا دیوانہ تھا۔ اب مجھے یہ بھی احساس ہوا کہ مادھوی ابھی تک اس سے محبت کرتی ہے۔ یہ حقیقت میرے سامنے اس دن ظاہر ہوئی جب وکرم مجھے آپ کے بنگلے پر گرفتار کرنے آیا۔ اس وقت میں نے مادھوی کی آنکھوں میں چھلکتے ہوئے آنسو دیکھ لئے تھے۔ اسی لمحہ میں نے دو محبت کرنے والے دلوں کے درمیان سے ہٹ جانے کا فیصلہ کرلیا۔ لیکن اس سے پہلے میں وکرم کو یہ جتا دینا چاہتا تھا کہ اگر وہ ایک فرض شناس پولیس انسپکٹر ہے تو مجھے بھی بین الاقوامی ٹھگ کا خطاب بے سبب نہیں ملا ہے۔

"اب میں آپ سے ایک درخواست کرنا چاہوں گا۔ اور مجھے یقین ہے آپ اسے ٹھکرائیں گے نہیں۔ آپ مادھوی کی شادی وکرم کے ساتھ کردیجئے۔ وکرم کو پیدا ہوتے وقت اپنا خاندان چننے کا اختیار نہیں ملا تھا۔ لیکن وہ ایک نہایت ذہین نوجوان ہے۔ اتنا پاگل پن تو محبت میں کوئی بھی کرگزرتا ہے جتنا اس نے کیا ہے اور اسے درگزر کیا جاسکتا ہے۔

"ایک اور بات۔ میں نے کہا ہے کہ میں نے آج تک اپنی ٹھگیوں کا کوئی ثبوت نہیں چھوڑا۔ میرا یہ خط بھی ثبوت نہیں بن سکتا، کیوں کہ میں نے اسے ٹائپ کیا ہے اور اس پر اپنے دستخط نہیں کئے ہیں۔ اس طرح کے خط تو کوئی بھی ٹائپ کرکے کسی کے خلاف بھی ثبوت بنا سکتا ہے۔ لیکن قانون ایسے ثبوت نہیں مانتا۔

"اب میں آتا ہوں آخری بات پر، جسے پڑھ کر آپ کا دل بلیوں اچھلنے لگے گا اور ہوسکتا ہے میرے خلاف آپ کے دل میں سارا غصہ، گلا بھی دور ہوجائے۔ آپ کا چوری ہونے والا تمام مال اس وقت آپ کے بنگلے میں ہی موجود ہے۔ ذرا اس گتے کے بکس کھول کر تو دیکھئے جس کے بارے میں میں نے کہا تھا کہ میرے دوست امریکہ سے لاتے تھے ـــــ مادھوی کے لئے تحفہ۔"

●●

www.taemeernews.com

ف۔س۔اعجاز

آخری پیار

خونِ شفق ہے پس منظر میں
شام کا آنچل دھانی ہے
دریا میں جب آگ لگی تو
شکل تری پہچانی ہے

تجھ کو جب پہچان لیا تو
تجھ کو چھونا چاہا بھی
خوشبو، رنگت، نور، اندھیرا
دیکھا یہ چورا ہا بھی

ایک انوکھا جادو ہے تو
دیکھا تجھ کو چاروں اور
پل میں حاضر، پل میں غائب
تیرا کوئی اور نہ چھور

اوٹ میں پیڑوں کی چھپ کر
کیوں اپنے پاس بلاتی ہے
کانوں میں رس گھول رہی ہے
کیوں پائل چھنکاتی ہے

یہ باریک سا گھونگھٹ تیرا
یہ گہرے خوابوں کی چھاپ
جیسے پہاڑوں کے دامن سے
اٹھتی ہو جھرنوں کی بھاپ

ہرنی جیسی آنکھوں والی
اتنی وحشت کیوں رکھتی ہے
پاس آؤں تو بھاگے مجھ سے
تو یہ عادت کیوں رکھتی ہے

رس پی کر اڑ جاؤں گا میں
روپ کا لوبھی بھونرا نہیں ہوں
جیسا تو نے سوچ لیا ہے
سچ کہتا ہوں ویسا نہیں ہوں

سرمستی ہی سرمستی ہے
پیار میں یہ ملنے کی بات
تیرے دل میں شوق جگادوں
مجھ کو تھمادے اپنا ہات

پیار اسی کو تو کہتے ہیں
دو معصوم دلوں کا میل
میں تیرے آنسو پی جاؤں
تو میری خوشیوں سے کھیل

لیکن تیری آنکھ مچولی
پاس بلانا چھپ چھپ جانا
تیری چاہت، تیری مسرت
میرے غم کا تانا بانا

آخری کرنیں ہیں سورج کی
تجھ کو شعلہ بناتی ہیں
تیری چھب کو روشن کرکے
میرا غم چمکاتی ہے

تو البیلا سُندر سپنا
کاش حقیقت بن کر ملتی
ایک خیالی پیکر ہے تو
زندہ چاہت بن کر ملتی

پاس آنے سے ڈرنے والی
لے اب سورج ڈوب چلا ہے
کل کے لئے اس پیڑ پہ لکھ کر
یہ تیرا محبوب چلا ہے

"خون کی گردش ہے کمزور
دل پر اب بھی جوانی ہے
آہ! مرا یہ آخری پیار
اک بھرپور کہانی ہے"

سیّد ہمایوں اختر
(ریاض، سعودی عرب)

اِک پیام کافی ہے

بے پناہ چاہت ہے، بے غرض محبت ہے
وہ مگر یہ کہتا ہے، اس کی کیا ضرورت ہے
بس سلام کافی ہے، اِک پیام کافی ہے
تم سے رابطہ میرا یہ بھی اِک عنایت ہے

تم عظیم ہو مانا، تم فہیم ہو مانا
چاہتوں کے انساں ہو یہ بھی اِک حقیقت ہے
مجھ سے پیار کرتے ہو، اعتبار کرتے ہو
انتظار بھی میرا بار بار کرتے ہو

کیا کروں مگر یہ دِل وسوسوں میں رہتا ہے
تم سے کہہ نہیں سکتے ہم یہ سہہ نہیں سکتے
زندگی خیالوں میں بس یوں ہی گزر جائے
پیار کے سمندر میں دِل یوں ہی ٹھہر جائے

چھوڑنا نہیں آساں، بھول بھی نہیں سکتے
ہاں یہ جانتا ہوں تم مجھ سے پیار کرتے ہو
مجھ سے پیار کرتے ہو اعتبار کرتے ہو
میں بھی اس کا قائل ہوں دوستی پہ مائل ہوں
دوستی سدا میری پیار کی امانت ہے

بے پناہ چاہت تم مجھ کو دے نہیں سکتے
بے غرض محبت تم مجھ سے لے نہیں سکتے
پھر یہ کیا ضروری ہے، اس کی کیا ضرورت ہے
بس سلام کافی ہے، اِک پیام کافی ہے

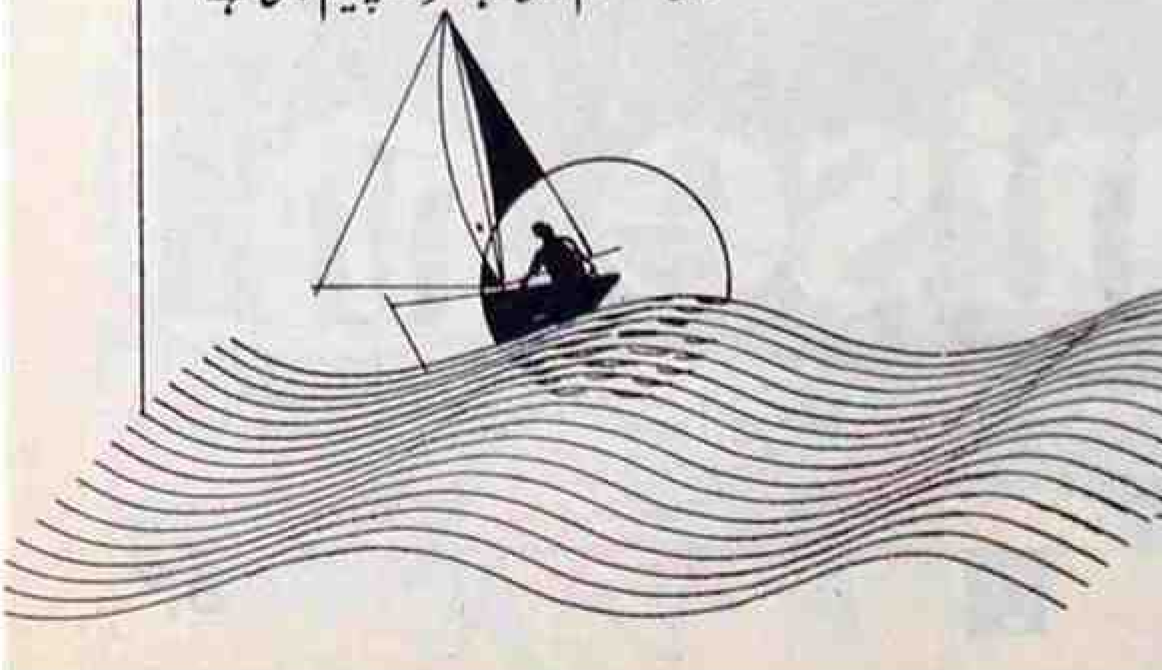

www.taemeernews.com

بلا عنوان

رعنا عبدالجبار
(اسکاربرو، اونٹاریو، کناڈا)

سردیوں میں جب برف باری ہوتی ہے تو خزاں زدہ درخت کی ٹہنیوں کے اوپر ی حصے برف سے لد جاتے ہیں اور برف باری کے بعد جب بادل چھٹتے ہیں اور شرمائی شرمائی سی دھوپ نکلتی ہے تو منجمد برف خوب چمکتی ہے۔ جارجیا کے بن کی آنکھوں میں جو چمک تھی، وہ ایسی ہی تھی۔ جارجیا کے چہرے اور گردن کے بہت سے حصوں پر جھلیاں لٹک رہی تھیں اور یہ لٹکتی ہوئی جگہ جگہ ڈریں اپنے سراٹھا کر اس کی ستر پچھتر برس کی عمر کا سراغ دے رہی تھیں۔ لیکن جارجیا کی آنکھوں میں جو چمک تھی اور اس کے ہونٹوں پر جو شاداب مسکراہٹ نمودار ہوا کرتی تھی، ان کی نوعیت ہی الگ تھی۔ اس مسکراہٹ اور چمک کا رشتہ جارجیا کی عمر کے برسوں سے نظر نہیں آتا تھا۔ ان کا رشتہ اگر کسی سے معلوم ہوتا تھا تو وہ تھیں تازہ تازہ بنائی ہوئی چٹ پٹی اور گرما گرم مسالہ دار چیزیں، جنہیں لوگ تفریح گاہوں میں کھڑے کھڑے ہی کھا لیتے ہیں۔

میں نے جارجیا کو کئی بار دیکھا اور دیکھ کر بس انجان ہو گیا۔ نہ اس کی کوئی مسکراہٹ قبول کی اور نہ اس کو کوئی مسکراہٹ دی۔ اس ملک میں حکومت کے سوا ایسے بوڑھے لوگوں کو کون پوچھتا ہے۔ تو پھر میں کیوں ایک خزاں زدہ خاتون کو اس بات کی شہ دیتا کہ وہ مجھ کو مخاطب کرے اور باتوں باتوں میں اپنے ماضی کی اوٹ پٹانگ باتیں کر کے اپنے دل کا غبار نکالے۔ میں ایسی بوریت سے ہمیشہ بچنے کا خواہش مند رہتا ہوں۔ اوٹوا کے اس ریسٹورنٹ میں جو گریہاؤنڈ بس ٹرمنل سے ملحق ہے، میں نے جارجیا کو کئی بار دوپہر کا کھانا کھاتے ہوئے یا کوئی ڈرنک خریدتے ہوئے دیکھا ہے۔ ریسٹورنٹ کی میزوں پر کھانے پینے کی چیزیں مہیا کرنے والی لڑکی ڈورین کو جارجیا کا بڑا خیال رہتا تھا۔ جیسے ہی جارجیا ریسٹورنٹ میں داخل ہوتی، ڈورین اس کی میز کی طرف لپک جاتی، جارجیا کے کھانے پینے کے آرڈر لیتی اور بڑی ہمدردی کے ساتھ اس سے باتیں کرتی۔ میرا اندازہ تھا کہ جارجیا ریٹائر ہو چکی ہے اور اسے گورنمنٹ سے پنشن مل رہی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس پنشن پر اکتفا نہ کرتے ہوئے وہ کوئی ہلکی پھلکی ملازمت بھی کر رہی ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وقت گزاری کے لئے اس نے کوئی کام بلا معاوضہ قبول کر لیا ہو، اور سوشل ورکر بن گئی ہو۔ بہت سی ضعیف عورتیں ایسا کرتی ہیں۔

مگر آج میں جارجیا کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ اس کا انتظار کر رہا ہوں۔ میں اسے اپنی مسکراہٹ دینا چاہتا ہوں اور اس سے گفتگو کرنے کا خواہش مند ہوا ہوں۔ میرے سوچنے کا انداز بدل جانے کی وجہ یہ ہے کہ میں نے حال میں تجارت شروع کی ہے۔ میں نے کناڈا کی ایک بڑی کمپنی کی بنائی ہوئی وٹامن کی گولیاں فروخت کرنے کی ایجنسی لے لی ہے۔ جارجیا جیسی خاتون ٹی وی پر میری بزنس کا اشتہار بن سکتی ہے۔ میں وٹامن کی خوبیاں، خصوصیات اور اثرات بتانے والے کتابچے میں جارجیا کی تصویر دوں گا، اس کے حالات اور عمر کے بارے میں لکھوں گا، تاکہ پڑھنے والوں کے ذہن پر یہ بات نقش ہو جائے کہ میری ایجنسی کی گولیاں استعمال کرنے والے افراد کی عمر ایسی ہی لمبی ہو سکتی ہے اور ان کی صحت اور جسمانی حالت ایسی ہی اچھی ہو جانے گی جیسی جارجیا کی ہو گئی ہے۔ میں نے تہیہ کر لیا تھا کہ میں جارجیا کو ان وٹامن کی گولیوں کے فائدوں کے بارے میں قائل کر دوں گا اور وہ رفتہ رفتہ ان کی مستقل خریدار بن جائے گی۔

انتظار کرتے کرتے آدھے گھنٹے سے زیادہ گزر گیا اور دوپہر کے کھانے کا وقت سرکنے لگا، تو مجھے ایسا لگا کہ آج جارجیا سے شاید ملاقات

www.taemeernews.com

نہیں ہوگی جارجیا کی غیر حاضری کے بارے میں ڈورین سے میں نے پوچھا تو اس نے اپنے سر کو ہلکا سا جھٹکا دیا، جیسے کوئی بات اسے یاد آگئی ہو۔ وہ آنکھوں کی پتلیاں نچا کر بولی "ہاں، کل جارجیا نے کہا تھا کہ وہ دو دن نہیں آئے گی۔"

مجھے ایسا لگا جیسے ڈورین کہہ رہی ہو: 'جس کا آپ انتظار کرتے ہیں، وہ نہیں آتا، چاہے وہ جارجیا ہی کیوں نہ ہو۔'

میں نے چونک کر پوچھا "کوئی وجہ بتائی؟" پھر مجھے اپنے آپ پر ہنسی آگئی۔ مجھ پر اس بات کا کیا حق پہنچتا ہے کہ میں جارجیا کے نہ آنے کی وجہ پوچھوں؟ لیکن ڈورین کو میری بات پر ہنسی نہیں آئی، کیوں کہ اس نے وجہ بتادی۔

"وہ کہہ رہی تھی کہ اس کی ایک دوست کی برتھ ڈے ہے اور وہ اس کے گھر جا کر ایک دن گھر کی صفائی میں اور دوسرے دن برتھ ڈے پارٹی کے لئے اس کی مدد کرے گی۔"

"بہت خوب! یہ بہت نایاب جذبہ ہے۔" میں نے کہا۔

"میرے لئے غیر معمولی بھی ہے، کیوں کہ جارجیا نے ایسی کسی بھی بنیاد پر پچھلے کئی برس میں ایک بار بھی ایک ساتھ دو دن کی چھٹی نہیں لی۔ میں اس ریسٹورینٹ میں اٹھارہ برس سے کام کر رہی ہوں۔ جارجیا کو میں نے روزانہ پابندی سے دیکھا ہے۔ جیرالڈ تیس برس سے یہاں منیجر ہے۔ اس کا بھی یہی کہنا ہے کہ اس نے جارجیا کو لمبی چھٹی لیتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔"

"مطلب یہ ہے کہ تیس برس سے وہ یہیں لنچ لینے آتی ہے!" میں نے تعجب سے کہا۔

"اس سے بھی زیادہ۔" ڈورین نے 'زیادہ' پر زور دیا۔ "جیرالڈ سے پہلے یہاں اس کا بڑا بھائی اسٹیفن منیجر تھا۔ ریسٹورینٹ کا افتتاح ہونے کے بعد سے کوئی بیس پچیس برس تک اس نے بھی جارجیا کو یہاں پابندی سے دیکھا۔ اس طرح چالیس پینتالیس سال کا عرصہ آسانی سے ہو جاتا ہے۔"

"مائی گاڈ!" میں نے حیرت سے کہا اور دل ہی دل میں فیصلہ کر لیا کہ جب جارجیا کی تصویر میرے کتابچے میں شائع ہوگی تو یہ ساری باتیں جو ڈورین، جیرالڈ اور اسٹیفن کے حوالے سے معلوم ہوئی ہیں، ضرور شامل کروں گا۔ ٹی وی کا پروگرام ہوگا تو کامینٹری میں بھی ضرور ان کا ذکر ہوگا۔

مجھے اس بات کا بڑا افسوس رہا کہ جس روز میں نے جارجیا کی ضرورت محسوس کی، اسی روز وہ نہیں آئی۔ اگلے دن مجھے ایک کام سے ایک ہفتہ کے لئے مونٹریال جانا تھا۔ یہ پروگرام بہت دن پہلے بنا تھا۔ اس کا مطلب یہ نکلا کہ میں اگلے ہفتے کے بعد ہی جارجیا سے مل سکوں گا۔

میں مونٹریال چلا گیا۔ اوٹوا سے مونٹریال جانے میں مجھے لگ بھگ پونے تین گھنٹے لگے۔ دو دن میں اپنے کام میں بے حد مصروف رہا۔ تیسرے دن دوپہر کے بعد تین چار گھنٹے کی فرصت ملی تو میں نے سوچا کہ کیوں نہ بے مقصد مونٹریال کی سڑکوں پر کار دوڑائی جائے۔ خوب صورت عمارتیں، بڑی بڑی سڑکوں کے اتار چڑھاؤ، شاہ راہوں پر لگے ہوئے دل کش مجسمے اور فرانس کی تہذیب کی پرچھائیاں رکھنے والا یہ بڑا شہر مجھے بے حد پسند ہے۔ اس لئے جب بھی مجھے یہاں آنے کا موقع ملتا ہے تو سڑکوں پر بے مقصد گھومنے کا پروگرام بھی بنا لیتا ہوں۔

اس دن بھی میں زیادہ تر شہر کے وسط میں گھومتا رہا، جسے یہاں کی عام زبان میں "ڈاؤن ٹاؤن" کہتے ہیں۔ اچانک گرے ہاؤنڈ بس ٹرمنل کے قریب ایک چھوٹی اسٹریٹ کی سائیڈ واک پر میں نے جارجیا کو جاتے ہوئے دیکھا۔ میری کار مخالف سمت میں تھی اور راستے اتنے مصروف تھے کہ میں کار کو پلٹا کر جارجیا کے قریب نہیں جا سکتا تھا۔ البتہ کچھ آگے سڑک کے کنارے کار پارکنگ کا ایک میٹر مجھے خالی مل گیا۔ میں نے جھٹ پٹ کار کو پارک کیا، میٹر میں پیسے ڈالے اور اسے آن کر کے اس رُخ پر بھاگا جس پر میں نے جارجیا کو جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ پہلے تو مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ اوٹوا میں کام کرنے والی جارجیا بدھ کے روز مجھے مونٹریال کے ڈاؤن ٹاؤن میں بھی نظر آ سکتی ہے۔ ہفتہ، اتوار کی بات الگ ہوتی ہے۔ لوگ ویک اینڈ کا پروگرام بناتے ہی ہیں۔ پانچ بجے شام کا وقت تو دفتر کے چھوٹنے کا وقت ہے۔ جارجیا اوٹوا ہی میں ہو سکتی ہے، مونٹریال میں نہیں ــــ لیکن میں نے جب جارجیا کو دیکھ لیا تو اپنی آنکھوں پر یقین آگیا۔ جارجیا کا سامنا کر کے میں نے اسے "ہائے" کہا۔ جارجیا نے ہائے کا جواب "ہائے" سے دیا۔

میں نے جارجیا سے خوش اخلاقی سے کہا "جارجیا، میں آپ کو جانتا ہوں۔"

"بہت خوب!" جارجیا نے مجھے نظر بھر کر دیکھا اور بولی "میں بھی آپ کو جانتی ہوں مارٹن۔"

"کس طرح؟" میں نے کسی قدر حیرت سے پوچھا۔

وہ ہنسی اور بولی "آپ پہلے پرائیویٹ جاسوس کے طور پر کام کرتے تھے۔ ایک کیس میں غنڈوں نے آپ کی خوب پٹائی کی تو ڈر کے مارے آپ کو یہ لائن چھوڑنا پڑی۔ اس کے بعد آپ نے انشورنس کا دھندا شروع کیا، لیکن یہ آپ کی دل چسپی کا دھندا نہیں تھا۔ اس لئے آپ نے اسے بھی ترک کر دیا۔"

"اس کے بعد ــــ؟" جارجیا خاموش ہوئی تو میں نے اسی حیرت کے لہجے میں پوچھا۔

اس کے بعد کا حال میں نہیں جانتی، کیوں کہ اب آپ سینڈرا کے بوائے فرینڈ نہیں رہے۔"

"اوہ! آپ سینڈرا کو جانتی ہیں!" میرے دل میں حیرت کی جگہ اطمینان آنے لگا۔

"سینڈرا کی ماں میری بہت اچھی دوست ہے۔" جارجیا نے بتایا۔

"بڑی اچھی بات ہے۔" میں نے رسمی انداز میں کہا اور آگے بولا "میں نے ایک بزنس شروع کیا ہے جو منفعت بخش ہی نہیں، دل چسپ بھی ہے۔ اس کے بارے میں آپ کو بتاؤں گا۔"

"ضرور بتلایئے۔ ہو سکتا ہے کہ میں آپ کے بزنس کے لئے کوئی اچھی صلاح دے سکوں۔" جارجیا نے بڑا انہماک دکھایا اور بولی "مگر اس سے پہلے کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ میرے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟"

"ہاں بتاؤں گا۔" میں نے جواب دیا۔ "آپ پچھلے چالیس، پینتالیس سال سے متواتر اوٹوا کے گرے ہاؤنڈ بس ٹرمنل کے ریسٹورینٹ میں لنچ لے رہی ہیں۔ وہاں آپ کو آپ کی پسند کا کھانا ملتا ہے۔"

"ہاں، یہ بات درست ہے۔" جارجیا نے کہا۔

"آپ وقت کی پابند ہیں۔ کبھی غیر حاضر نہیں ہوتیں۔ صرف پچھلے ہفتے اپنی دوست کی سال گرہ کی وجہ سے آپ دو دن دفتر نہیں گئی تھیں۔ آپ کے باس آپ کے کام سے بہت مطمئن ہیں۔ لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی ہے کہ آپ کس طرح اس وقت مونٹریال میں ہیں۔"

"میں مونٹریال ہی میں رہتی ہوں۔ یہاں میرا گھر ہے، میرے والد مرحوم کی جائداد ہے جو انہوں نے میرے نام چھوڑی ہے۔ میرے بڑے سے گھر میں میرے عزیز تین پالتو کتے اور پانچ بلیاں ہیں۔ ان سب کو چھوڑ کر میں کہاں جاؤں گی؟"

www.taemeernews.com

• فلم 'میری زبان' کے لئے اپنی بیٹی فرح کو دشمن [illegible] سے دور رکھنے کے لئے باپ ششی کپور نے ریوالور تان رکھا ہے۔

"مونٹریال سے اوٹوا تقریباً پونے تین گھنٹے جانے کے لئے اور اتنا ہی وقت واپسی کے لئے درکار ہے۔ پھر دوپہر کے کھانے کے لئے تقریباً ایک گھنٹہ — پھر دفتر...؟" میں حیرت سے چلایا۔ "دفتر اور باس — یہ سب کہاں سے آ گئے؟"

جارجیا نے ہنس کر کہا "آپ کا اندازہ غلط ہے۔ میں کسی دفتر میں نہیں جاتی۔ صبح کو اپنے گھر پر ناشتہ کرتی ہوں۔ اپنے آٹھ عزیزوں کو کھلاتی پلاتی ہوں۔ اس کے بعد اوٹوا جانے کے لئے گھر سے نکل جاتی ہوں۔ جب وہاں پہنچتی ہوں تو زور کی بھوک لگتی ہے۔ اس لئے اس ریسٹورنٹ میں لنچ لیتی ہوں۔ اس کے فوراً بعد میں اگلی بس کے ذریعہ مونٹریال واپس آنے کے لئے نکل جاتی ہوں۔ ڈھائی گھنٹے کا سفر، پندرہ بیس منٹ کی چہل قدمی۔ بہر حال پانچ بجے میں مونٹریال میں ہوتی ہوں۔"

"صرف دوپہر کا کھانا کھانے کے لئے پانچ چھ گھنٹے کا سفر اور اتنا کرایہ!" میں حیرت سے بولا "کیا مونٹریال میں ریسٹورنٹ نہیں ہیں؟"

"میں صرف دوپہر کے کھانے کے لئے اوٹوا نہیں جاتی۔" جارجیا نے کہا "لنچ محض ضمنی سی بات ہے۔ یہ تو صرف اپنی بھوک کو مٹانے کے لئے ہے۔ بھوک جو چہل قدمی کی ورزش سے پیدا ہوتی ہے، جو سفر کی تھکن سے پیدا ہوتی ہے۔"

"آپ کوئی خیال نہ کریں تو کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ اصل بات کیا ہے؟"

"ہاں! ضرور!" جارجیا نے کہا "بہت پہلے جب میں بیس اکیس سال کی تھی تو ایک بار سخت بیمار ہو گئی تھی۔ اچھی ہونے کی ساری اُمیدیں مٹ چکی تھیں۔ میرے والد بہت مغموم اور فکرمند رہتے تھے۔ پھر ان کی دعائیں کام آئیں اور میں زندگی کی طرف آہستہ آہستہ واپس آنے لگی۔ جب مجھے صحت حاصل ہو گئی تو میرے والد نے ڈاکٹر سے کہا کہ وہ میرے لئے ٹانک اور وٹامن کی گولیاں لکھ دیں، تاکہ میری رہی سہی کمزوری بھی ختم ہو جائے۔ مگر ڈاکٹر کو یہ بات پسند نہیں آئی۔ انہوں نے کہا کہ قدرت کے ہاتھوں میں صحت اور طاقت دینے کے بڑے خزانے ہیں، لیکن ان کو حاصل کرنے کے لئے ریاضت کرنا پڑتی ہے۔ مجھے سے تھکا دینے والی محنت لینے اور ورزش کرانے کے لئے انہوں نے خود ہی یہ پروگرام مرتب کیا کہ ہر روز پانچ ساڑھے پانچ گھنٹے کا سفر کروں۔ اوٹوا جا کر آنے میں اتنا وقت لگ جاتا ہے۔ پھر بس ٹرمنل اور گھر کے درمیان ایک گھنٹہ پیدل چلنا۔ میں نے اس پروگرام کو اپنا لیا۔ پچاس برس گزر گئے، میں دوبارہ بیمار نہیں ہوئی۔ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ اگر کبھی میں نے اپنے معمول میں تبدیلی لانے کی کوشش کی تو صحت پھر مجھ سے خفا ہو کر اپنی سرپرستی چھوڑ دے گی اور میں ایسی بیمار پڑوں گی کہ پھر نہیں اٹھوں گی۔"

میں نے محسوس کیا کہ میرے ترکش کے سارے تیروں کو ہوا اڑا لے گئی ہے۔ بس ایک تیر رہ گیا ہے۔ اسے استعمال کرتے ہوئے میں نے کہا "اوٹوا اور مونٹریال کے درمیان آنے جانے میں ہر ماہ آپ کی کافی رقم ضائع ہوتی ہے۔ اسے بچانے کی خاطر کوئی اور راستہ بھی تو ڈھونڈا جا سکتا ہے۔ کیا خیال ہے آپ کا؟"

جارجیا ہنسی اور بولی "آپ کا خیال درست ہے، لیکن اس بات کی مجھے زیادہ فکر نہیں ہے۔ میرے والد صاحب نے میرے لئے کافی رقم چھوڑی ہے۔ آمد و رفت کے لئے ساڑھے پانچ سو ڈالر ماہانہ کے اخراجات میرے لئے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے۔ پھر یہ ڈالر تو میرے کام آ رہے ہیں۔ میں زندہ ہوں اور میرے پالتو عزیز لاوارث ہونے سے بچے ہوئے ہیں۔ کیا یہ اچھی بات نہیں ہے؟"

"بے شک اچھی بات ہے۔" میں نے مصنوعی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ میرے دل میں ملال تھا کہ میری ترکیب کارگر نہیں ہوئی۔

پھر جارجیا نے جیسے کچھ یاد کرتے ہوئے کہا "ہاں، اپنے بزنس کے بارے میں آپ جو بتانے والے تھے وہ تو بتائیے۔"

"اوہ! ایسی کوئی خاص بات نہیں ہے۔ کبھی اوٹوا میں آمنا سامنا ہو گا تو باتیں کریں گے۔ میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ آپ کے پالتو عزیز آپ کی راہ دیکھ رہے ہوں گے۔"

"اچھا یوں ہی سہی — او کے، باقی شام کے لمحات آپ کے لئے خوش گوار ثابت ہوں۔"

"آپ کے لئے بھی۔ اپنا خیال رکھئے گا، جارجیا۔"

"ہاں رکھوں گی۔"

جارجیا چہل قدمی کرتی ہوئی اپنے گھر کی طرف جا رہی ہے اور میں بوجھل قدموں سے اپنی کار کی جانب بڑھ رہا ہوں۔ میرا ہر بڑھتا ہوا قدم مجھے احساس دلا رہا ہے کہ میرا یہ اپنایا ہوا نیا ملک چھوڑے ہوئے ملک کی طرح نہیں ہے جہاں بہت سی عورتوں کی زندگی وٹامن کی گولیوں کے بغیر آگے نہیں بڑھتی۔ اگر یہ ملک بھی ایسا ہی ہوتا تو یقیناً میرا کاروبار دن دونی رات چوگنی ترقی کرتا، لیکن اب — اب میرا دل ڈوب رہا ہے۔ میں صاف دیکھ رہا ہوں کہ میرا کاروبار ٹھپ ہے اور میں دیوالیہ ہوتا جا رہا ہوں۔

■■

یہ کہانی بغیر عنوان کے شائع کی جا رہی ہے۔ آپ اس کہانی کا کیا عنوان مناسب سمجھتے ہیں، اپنی پسند کا ایک عنوان یا زیادہ سے زیادہ پانچ عنوان پوسٹ کارڈ پر لکھ کر "بلا عنوان" ماہنامہ شمع، آصف علی روڈ، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲ کو بھیج دیجئے۔ ۱۲ دسمبر ۱۹۸۷ تک ملنے والے تمام عنوانات میں سے سب سے اچھے عنوان پر پچاس روپے اور دوسرے اور تیسرے نمبر پر آنے والے عنوانات پر بیس بیس روپے کی کتابیں انعام میں دی جائیں گی۔ مدیرانِ شمع کا یہ فیصلہ قطعی آخری اور قابل قبول ہو گا۔ اپنا پورا نام پتہ لکھنا نہ بھولئے۔

34 www.taemeernews.com

شہابِ ثاقب

قدسیہ انصاری
(کراچی، پاکستان)

نئی دلی کے اندرا گاندھی انٹرنیشنل ایرپورٹ پر میں نے فارم بھر کر امیگریشن آفیسر کے سامنے رکھ دیا۔ امیگریشن آفیسر نے فارم پر ایک نگاہ ڈال کر ایک لمبا سانس کھینچا، پھر سگریٹ سلگا کر بولا "اچھا تو آپ پاکستان سے آئی ہیں۔ کیا حال ہے وہاں؟"

"وہاں؟ وہاں بھی وہی حال ہے جو یہاں ہے۔"

"یعنی ــــــ؟"

"یعنی وہی جھگڑے، ہنگامے، لوٹ مار، بم کے دھماکے ــــــ اس پر طرّہ یہ کہ دونوں ایک دوسرے پر الزام تراشی کرتے ہیں اور خود گویا بری الذمہ ہو جاتے ہیں۔"

وہ مسکرایا۔ "دونوں سگے بھائی جو ٹھہرے ــ ایک دوسرے پر الزام لگاتے لگاتے ہی ساری عمر بیتے گی۔"

"جی ہاں، سگے بھائیوں میں جائداد کا جھگڑا بھی بہت بُرا ہوتا ہے۔"

میں ہندوستان دو مہینے کے ویزا پر گئی تھی۔ لیکن وہاں میرا زیادہ دل نہیں لگا۔ آئے دن وحشت خیز خبریں آتی رہتی تھیں۔ ہنگامے، فسادات، بم کے دھماکے، بندوق کی گھن گرج، فلاں جگہ اتنے لوگ موت کے گھاٹ اُتار دیے گئے، فلاں شہر میں چلتے پھرتے گھرانوں کے افراد کو گھر کے اندر گھس کر کسی مقصد کے بغیر گولیوں کا نشانہ بنا دیا گیا، کسی ظالم نے راہ چلتے ایک جوڑے کو روک کر راستہ پوچھنے کے بہانے ٹھہرا لیا اور جیب سے پستول نکال کر داغ دیا۔

غرض ہر طرف دہشت گردی۔ ہر لمحہ کسی نہ کسی آفت کا دھڑکا۔ لوگ سرِ شام ہی اپنے اپنے گھروں میں بند ہو جاتے ہیں۔ ایسے میں بھلا میرا دل کیسے لگتا؟

میں ٹرانزٹ لاؤنج میں بیٹھی ان ہی خیالوں میں گم تھی کہ اچانک ننھی خالہ یاد آ گئیں۔ وہ تو ایسے وحشت خیز ماحول میں ایک منٹ بھی نہیں رہ سکتیں۔ ہر وقت کی گھبراہٹ اور پریشانی میں وہ بھلا کیسے شہاب میاں کو اکیلے دوکیلے کہیں جانے دیتیں ــ ان پر یوں بھی ہر وقت ہول سی سوار رہتی ہے ــــ آیۃ الکرسی کا حصار باندھ باندھ کر ان کی زبان سوکھ جاتی ہے۔ ویسے ننھی خالہ کے پاس اس کے سوا اور چارہ بھی کیا تھا؟ لے دے کر ساری زندگی کی کمائی ایک شہاب میاں تھے اور پھر شہاب میاں بھی ایسے میٹھے رسیلے کہ بس پور پور سے شہد ٹپکتا رہتا۔ بات کرو تو معلوم

www.taemeernews.com

ہونا کر گھونٹوں شربت پی لیا ہے۔ دیکھنے میں اتنے لمبے چوڑے بھی نہیں تھے، لیکن ڈگری ایسی تھی کہ انہیں سر اٹھا کر ہی دیکھنا پڑتا تھا۔ عمر بھی زیادہ نہیں تھی لیکن نام کے آگے چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ کا دم چھلا رعب داب کے لئے بہت تھا۔ ذہانت کا یہ عالم کہ پہلی کوشش میں ہی کامیابی کی اونچی منزل پر جا بیٹھے۔ بیوہ ماں کا پوت بچپن سے یتیمی کا داغ لے کر آیا تھا۔ اس لئے جدوجہد اس کی رگ رگ میں رچی ہوئی تھی۔ پہلی جماعت سے ہی جو فرسٹ آنے کا ریکارڈ قائم کیا تو آخر تک کوئی مائی کا لال اس ریکارڈ کو توڑ نہیں سکا۔ یہاں تک کہ تعلیمی مدارج کی آخری منزل بھی اسی شان و شوکت سے طے کی۔ تعلیم ختم کرتے ہی کراچی اور لاہور کی کئی مشہور کمپنیاں تھال میں نوکری سجائے شہاب میاں کے صحن میں آکھڑی ہوئیں۔ تنخواہ اور سہولتوں کے لحاظ سے انتخاب شہاب میاں کی اپنی پسند پر موقوف تھا۔ بیٹے کی کامیابی دیکھ کر اماں بی کی آنکھوں کے دیئے تو ماند ہونے کی جگہ اور بھی روشن ہو اٹھے تھے۔

اتنا عرصہ گزر جانے کے بعد بھی اماں بی کا یہ حال تھا کہ صبح سویرے اٹھ کر خود اپنے ہاتھوں سے دودھ گرم کرتیں اور پیالے میں ڈال کر شہاب میاں کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹاتیں اور جب تک وہ دودھ ختم نہ کر لیتے اماں وہیں کھڑی رہتیں۔ شہاب بھائی آفس کے لئے تیار ہو رہے ہیں اور اماں کھڑی آیۃ الکرسی پڑھ پڑھ کر ان پر پھونک رہی ہیں۔ غرض ان کے آفس جاتے جاتے تین چار بار سے زیادہ آیۃ الکرسی کا ورد ہو جاتا۔ اماں گیٹ تک جا کر شہاب بھائی کو آفس کے لئے رخصت کرتیں اور سہ پہر کو گھڑی دیکھ کر ٹھیک پانچ بجے دوبارہ گیٹ پر جا کر کھڑی ہو جاتیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے شہاب بھائی نے اماں کو جاتے جاتے پتھر کا بت بنا کر گیٹ پر کھڑا کر دیا ہو۔ اماں کی اس عادت کے بدولت وہ کہیں بھی گھڑی دو گھڑی کے لئے کسی کے پاس رک کر بات چیت نہیں کر سکتے تھے۔ اگر کبھی اتفاق سے دیر بھی ہو جاتی تو اماں ارے ہول کے آفس فون پر فون کروانا شروع کر دیتیں۔

بعض وقت تو شہاب بھائی زچ بھی ہو جاتے۔ "اماں میں مرد ہوں۔ باہر کا بندہ ہوں۔ کب تک اس طرح آپ کے گھٹنے سے لگ کر بیٹھ سکتا ہوں۔ دیر سویر تو ہو ہی جاتی ہے۔" لیکن اماں کے پاس بس ایک ہی جواب تھا۔ "اللہ رکھے تم ہی تو میرے لئے سب کچھ ہو۔ اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو......" اب شہاب بھائی اس کا کیا جواب دیتے۔ وہ تو اس وقت بھی لاجواب ہو گئے تھے جب ان کو کمپنی کی طرف سے چند ہفتے کی ٹریننگ کے لئے ملک سے باہر جانے کی پیش کش ملی تھی۔ اس وقت بھی اماں کی دبی ہوئی محبت آڑے آ گئی تھی۔ "چلے جاؤ میاں۔ مگر میں بیمار پڑ جاؤں گی۔" اماں کو کچھ سمجھانا بے کار تھا، اس لئے شہاب بھائی نے دل پر صبر کا بھاری پتھر رکھ لیا۔ لیکن کچھ دن بعد جب ان کا تبادلہ کراچی سے لاہور ہونے لگا تو ان سے نہ رہا گیا۔ "اماں چلو تمہیں لاہور کی بھی سیر کرا دیں۔ ابھی تک تو میں کراچی سے باہر ہی نہیں نکلا۔ میں پڑھنے میں ہی لگا رہا پھر نوکری میں جت گیا۔ اب اچھا موقع ہے۔" لیکن اماں خدا معلوم کس مٹی کی بنی تھیں۔ لاہور کا نام سن کر کانوں پر ہاتھ رکھ لئے۔ "نہیں بیٹا پچھلے زمانے کی بات ہوتی تو دیکھا جاتا۔ اب تو میں تمہیں وہاں ہرگز نہیں جانے دوں گی۔ اخبار اٹھا کر دیکھو۔ یہی لکھا ہوتا ہے فلاں جگہ بم کا دھماکہ ہوا۔ فلاں جگہ فساد ہو گیا۔ نہ بیٹا میں تمہیں جیتے جی موت کے منہ میں نہیں دھکیل سکتی۔" اماں کی بے تکی باتیں سن کر شہاب میاں کمپنی سے سودا بھی نہیں چکا سکتے تھے۔ کمپنی ان کو بہت ساری سہولتیں دے رہی تھی۔ کچھ اور سہولتیں وہ خود مانگ رہے تھے۔ مگر یہ تو بعد کی باتیں تھیں، سب سے پہلے تو اماں بڑی اڑچن بن گئی تھیں۔ شہاب بھائی اماں کے دل کی کیفیت کو خوب سمجھتے تھے۔ لیکن خود ان کا دل لاہور کے ٹرانسفر کے لئے بری طرح مچل رہا تھا۔ دوست احباب الگ سناتے رہتے: "لاہور لاہور ہی ہے۔ جس نے لاہور نہیں دیکھا وہ گویا ابھی پیدا ہی نہیں ہوا۔" اور اس لحاظ سے چوبیس پچیس سال کے شہاب میاں نے ابھی تک دنیا میں قدم ہی نہیں رکھا تھا۔ کراچی کے یکساں موسم سے وہ بری طرح اکتا چکے تھے۔ اب پنجاب کی سردی گرمی کا بھی مزہ چکھنا چاہتے تھے۔ شمال میں اور بھی بہت ساری جگہیں گھومنے پھرنے کے لئے تھیں، پنڈی، اسلام آباد، سوات ــــ وہ چھٹیوں میں بھی ڈرائیو پر نکل جاتے۔ مگر اماں بی اپنی ضد پر اڑی ہوئی تھیں۔ "دیکھو اگر تو لاہور گیا تو دودھ نہیں بخشوں گی۔" اماں بی ماؤں والا مخصوص حربہ استعمال کر رہی تھیں اور شہاب میاں سمجھے کہ اماں بی کی بات سن کر گیلی مٹی کی طرح ڈھے گئے۔

شہاب بھائی کو خوب معلوم تھا کہ اُن کی ماں نے کتنی مشکلیں، کتنی تکلیفیں سہہ کر انہیں پالا ہے۔ انہیں اچھی طرح یاد بھی نہیں تھا کہ کب اُن کے باپ نے سفر آخرت طے کیا تھا۔ ذہن کے پردے پر ایک ہلکا سا خاکہ تھا کہ ایک رات جو سوئے تو بستر پر تڑپتے ہوئے صبح ہزار جھنجھوڑنے پر بھی نہیں اٹھے تھے۔ معلوم ہوا کہ رات کی عارضی نیند ہمیشہ کی نیند بن گئی ہے۔ نہ بیمار پڑے نہ کسی سے خدمت لی۔ بس ایک سانس کی ڈور ٹوٹنے سے سارے رشتے ناطے ختم ہو گئے۔ مُردے کو رخصت کر دینے کے بعد بے کس بیوہ اور یتیم بچے نے جب چاروں طرف نگاہ دوڑائی تو معلوم ہوا کہ جو قریب کے رشتہ دار تھے وہ سب سے زیادہ دور ہوتے جا رہے ہیں۔ لے دے کر ایک چھوٹا سا مکان اور ایک آٹھ سال کا بچہ۔ یہ کل اثاثہ اماں بی کے پاس تھا اور اماں بی نے مکان اور مالک مکان کی اس طرح حفاظت کی کہ لوگ ان کی مثال پیش کرتے ہیں۔ شہاب بھائی پڑھ لکھ کر نوکر ہو گئے۔ اُن کو کمپنی کی طرف سے ہزار گز کے پلاٹ پر بنا ہوا بنگلہ بھی مل گیا۔ لیکن اماں بی نے اپنا کا ایک ایسا گھر نہیں چھوڑا۔ شہاب بھائی بھی شہاب ثاقب نہیں تھے کہ ٹوٹ کر راہ میں ہی گم ہو جاتے۔ وہ تو کھلے آسمان میں سورج کی طرح جگمگا رہے تھے۔ وہ وقت اب بہت پیچھے چلا گیا جب اس چھوٹے سے خاندان پر قیامت ٹوٹ پڑی تھی اور جب اماں بی نے زندگی کی گاڑی کھینچنے کے لئے اپنا زیور داؤ پر لگا دیا تھا اور رات رات بھر مشین پر بیٹھ کر پاس پڑوس کے لوگوں کے کپڑے سیتے تھے۔ پھر آخر میں مرحوم شوہر کے جمع کئے ہوئے سرٹیفکیٹ کیش کرا کے رقم بیٹے کی تعلیم پر لگا دی تھی اور اب اپنے لگائے ہوئے پودے کو پھلتا پھولتا دیکھ کر دل و جان سے اس کی چوکیداری پر لگ گئی تھیں۔ قصے کہانیوں میں جس طرح دیو کی جان طوطا مینا میں ہوتی تھی۔ اسی طرح اماں بی کی جان شہاب میاں تھے۔

جاڑے کی ٹھنڈی راتوں میں جب سڑک کے کنارے الاؤ جلا دئے جاتے ہیں تو راہ چلتے لوگ اکثر ہاتھ تاپنے لگتے ہیں۔ ان ہی آگ تاپنے والوں نے اماں بی کو مشورہ دیا کہ اب وہ شہاب میاں کی شادی کر دیں۔ یہ بات اماں بی کے دل کو لگی۔ گھر میں چھماچھم بہو آئے گی۔ رونق بڑھے گی۔ گھر کا سناٹا بچوں کے شور و غل سے ٹوٹے گا۔ گوٹے کناری کے آنچل میں منہ چھپائے اُن دیکھی دلہن پر انہیں ٹوٹ کر پیار آیا۔ ساتھ میں یہ بھی خدشہ تھا کہ "اگر اُس نے میرے بیٹے کو مجھ سے چھین لیا تو ــــ؟ اگر بیٹے نے ماں سے ناتہ توڑ لیا تو ــــ؟" اس 'اگر' کے آگے بڑا سا سوالیہ نشان تھا۔ اور یہ سوچ کر ہی اماں بی کے دل میں ہوک سی اٹھتی اور بے بات کی بات پر ان کی آنکھیں چھلک جاتیں۔ اور شہاب میاں ایسے دیوانے کہ اماں جی سے لپٹ جاتے اور کہتے: "چھوڑئیے اماں بی! میں نہیں کرتا شادی وادی۔ ابھی تو مجھے بہت ترقی کرنا ہے۔ آپ نے جو پریشانیاں میرے لئے جھیلی ہیں، میں ان کی ایک چوتھائی بھی تلافی نہیں کر سکا۔ آپ لڑکی والوں کو صاف جواب دے دیجئے۔" اور اماں بی کھسیانی ہنسی ہنس کر شہاب میاں کی پیٹھ پر دھولے سے مارتیں: "سچ مچ دیوانہ ہو گیا ہے۔ ارے بیٹا اگر اس وقت شادی نہیں کرے گا تو کیا بڑھاپے میں کرے گا؟ مجھے بھی تو

36 www.taemeernews.com

■ فلم "لڑائی" کے مہورت پر لی گئی اس تصویر میں ریکھا اور مندا کنی کے درمیان فلم کی تیسری ہیروئن ڈمپل کپاڈیہ کو ہونا چاہیے تھا۔ مگر ڈمپل اس مہورت میں یہ کہہ کر شریک نہیں ہوئی کہ وہ اپنی جس فلم کی مہورت میں شریک ہوتی ہے، وہ ناکام ہو جاتی ہے، لیکن اس کو کیا کہئے کہ فلم "لیکن" کا مہورت شاٹ ڈمپل پر لیا گیا اور فلم "رام لاکھن" کے مہورت میں شریک ہونے کے لئے ڈمپل بمبئی سے لونا والا گئی۔ اب بتائیے کہ ڈمپل کی کس بات پر یقین کیا جائے

پڑتا کھلانا ہے۔ دیکھو تو کھر کس قدر سونا معلوم ہوتا ہے۔"

پھر اماں بی نے شہاب میاں کے لئے دیکھ بھال کر ایک کھاتے پیتے گھرانے کی قبول صورت لڑکی کا انتخاب کر لیا۔ اور اب شادی کی تیاریوں میں مصروف تھیں۔

جب میں ہندوستان جانے لگی تو اماں سے بھی رخصت ہونے گئی۔

"بس تم جلد واپس آنا۔ اپنے بھائی کے سر پر آنچل بھی تو ڈالنا ہوگا۔" وہ دلہن کے دوپٹے میں گوٹا کناری ٹانک رہی تھیں۔ "چوتھی کا غرارہ بھی تمہارے لئے رکھا ہے۔ تم اس جوڑے کو خود ہی تیار کرنا۔"

پھر چلتے وقت انہیں ایک دم یاد آیا۔ "تم جا رہی ہو تو بڑی کے لئے ایک بنارسی ساڑی ضرور لیتی آنا۔ ساڑی کا رنگ تیز شہابی ہو۔ مجھے شہابی رنگ بہت پسند ہے۔ میرے شہاب جیسا رنگ ہو۔"

میں نے اماں بی کی طرف دیکھا۔ شہاب بھائی کالے بھجنگ تو نہیں، لیکن سانولے سلونے ضرور ہیں — میں بات کاٹ کر بولی۔ "اماں بی شہاب بھائی کا رنگ تو ......"

اماں بی خفا ہو گئیں۔ "بس رہنے دو۔ میرے بچے کو کچھ نہ کہنا۔"

ساڑی کے رنگ کے بارے میں اماں بی کے پیغامات مجھے چلتے چلتے ملتے رہے۔ اور اب میں اماں بی کی پسند کے مطابق تیز شہابی رنگ کی بنارسی ساڑی لے کر کراچی واپس جا رہی تھی۔

کراچی پہنچ کر معلوم ہوا کہ اماں بی نے شہاب بھائی کا ہاتھ پکڑ کر چپ چاپ یہ مرحلہ طے کر لیا ہے۔ یہ کیسے ہو گیا؟ یہ راز میری سمجھ سے باہر تھا۔ حالانکہ سارے واقعات میرے سامنے تھے۔ جس وقت جہاز ایرپورٹ پر اترا، اسی وقت احساس ہو گیا کہ شہر میں کچھ گڑبڑ ضرور ہے۔ لوگ مختلف ٹکڑیوں میں بٹ کر آپس میں سرگوشیوں میں بات چیت کر رہے تھے۔ اُن کے چہروں پر حیرت اور پریشانی کی چھاپ تھی۔ ان کی باتوں سے بس یہ پتہ چلا کہ کہیں بم پھٹا تھا اور شہر کے کسی گنجان علاقے میں یہ واردات ہوئی تھی۔ میرا دل آپ ہی آپ ڈوبنے لگا۔ بار بار دُعا مانگتی تھی کہ خدا کرے یہ خبر غلط ہو۔

لیکن گھر پہنچتے پہنچتے تصدیق ہو گئی کہ یہ خبر غلط نہیں تھی۔ گھر میں ہر شخص ایک دوسرے سے بڑھ کر خبر سنا رہا تھا۔ بوہری بازار کے علاقے میں شام کے وقت بم پھٹا تھا۔ جہاں ہر وقت لوگوں کا ہجوم رہتا ہے۔ آفس سے واپس آنے والے خریداری کرتے ہوئے اپنے اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے۔ عورتیں دکانوں میں بھاؤ تاؤ کر رہی تھیں۔ اچانک موت کے فرشتے کے پروں کی پھڑپھڑاہٹ سنائی دی اور خدا معلوم کس کس کو اپنے چنگل میں پھنسا کر لے گیا۔ پورا علاقہ تاریکی میں ڈوبا ہوا ہے۔ جو لوگ وہاں سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے وہ بتا رہے تھے کہ سڑک کے اوپر بجلی کے تاروں کے جال میں انسانی جسموں کے ٹکڑے لٹک رہے تھے۔ شارٹ سرکٹ کی وجہ سے لکڑی سے تعمیر کی ہوئی پرانی بلڈنگوں میں آگ لگ گئی تھی۔ بوہری بازار میں موجود دوکاندار اور خریدار دونوں ہی موت کا سودا کر چکے تھے۔ بعد کے علاقے کی ناکہ بندی کر دی گئی تھی۔ اور اب صرف شور مچاتی ہوئی ایمبولینس ادھر آ جا رہی تھی۔ اسپتالوں سے ڈاکٹر ایمرجنسی کے لئے بلائے گئے تھے۔ گھر والے بار بار ٹی وی کو کھول کر بند کر رہے تھے۔ وہاں سے مایوسی ہوئی تو سب نے بی بی سی لندن لگا دیا۔ کیسی ستم ظریفی ہے کہ ہم ہر چیز میں ترقی یافتہ ممالک کے محتاج ہیں۔ یہاں تک کہ ہماری خبریں بھی ان ہی کے ذریعے چھن چھن کر آتی ہیں ـــــ میرا سامان کمرے میں چاروں طرف بکھرا پھیلا تھا۔ میرے کپڑے کچھ اندر، کچھ باہر تھے اور ان کپڑوں کے بیچ میں شہابی بنارسی کام والی ساڑی کا ڈبہ بھی تھا۔

رات کٹ گئی۔ تھکن سے بے حال ہو کر آخر میں سو گئی۔ دن چڑھے اویس بھائی نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا

"ننھو، کل کے ہنگامے کی کچھ خبر ہے؟"

"سب خبر ہے۔ اویس بھائی۔ خدا معلوم وہ کون بدنصیب تھے، جو خود چل کر موت کو گلے لگانے پہنچ گئے۔"

"اللہ جانے ننھو، میں تو بس اتنا جانتا ہوں کہ اس ہنگامے میں اماں بی اور شہاب میاں بھی تھے۔ تم تو جانتی ہو، اماں بی پر جس چیز کی دھن سوار ہو جاتی ہے اس کے سوا انہیں کچھ نہیں سوجھتا۔ آج کل شادی کی تیاریوں میں لگی تھیں۔ میں نے تو نہیں دیکھا، لیکن جنہوں نے اماں بی اور شہاب میاں کو پہچانا ہے وہ بتا رہے تھے کہ جب لاشیں اٹھائی جا رہی تھیں تو اماں بی اور شہاب میاں کی لاشیں اسی حال میں ملی تھیں کہ اماں بی کے ہاتھ میں شہاب میاں کا کٹا ہوا ہاتھ تھا۔ اور خود شہاب میاں کی لاش دس قدم دور پڑی تھی۔ دونوں لاشیں اس قدر جل چکی تھیں کہ اُن کا پہچاننا مشکل تھا۔ شہاب میاں کے سیدھے ہاتھ کی آخری سے پہلی والی انگلی میں ہیرے کی انگوٹھی دمک رہی تھی ـــــ وہی انگوٹھی جو منگنی کے دن لڑکی والے آکر پہنا گئے تھے۔ بس یہی پہچان تھی ان دونوں لاشوں کی۔"

میری نظر شہاب بھائی کی دلہن کے لئے اپنی لائی ہوئی ساڑی کی طرف اٹھ گئی۔ تیز شہابی رنگ کی ساڑی پر خون کے دھبے چمک رہے تھے۔ ■■

37 www.taemeernews.com

"کمی کا گھر" (صفحہ ۲۲ سے آگے)

کمی کاٹکر

نہیں ملی ہے۔ اگر یہ نئی لڑکیاں مجھ ایسے رول اُچک لیں جو مجھے مل سکتے تھے تو بھی مجھے کوئی فکر نہیں ہوتی۔ ایسی لڑکیوں کی گنتی روز بروز بڑھتی ہی جا رہی ہے جو اپنے سرپرستوں کے سہارے فلموں میں آگے بڑھنا چاہتی ہیں۔ مگر مجھے ان کی وجہ سے کوئی پریشانی نہیں، کوئی خطرہ نہیں۔ میں جانتی ہوں کہ چوٹی پر میرے لئے بہت جگہ ہے۔ مجھے کسی سے بھی مقابلے کا ڈر نہیں۔ سو نئی لڑکیاں بھی فلموں میں بے لباس ہوتی رہیں تو میرے لئے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مجھے ہر حال میں چوٹی پر پہنچنا ہے۔ میرے اندر صلاحیت ہے اور کڑی محنت سے میں بھی جی نہیں چراتی۔ اس لئے مجھے آگے بڑھنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ شاید آپ کو بھی معلوم ہے کہ مدراس میں "انجینو" کے لئے انیل کے ساتھ میں نے ساری رات کام کیا تھا پھر صبح ہوتے ہی میں نے دہلی کی فلائٹ پکڑی تھی۔ دہلی سے کار میں مرزا برادرس کی فلم کی شوٹنگ کے لئے شائے گھاٹ اور بھوری گئی۔ سارے دن اور ساری رات وہاں شوٹنگ کی۔ پھر راج ببر اور آصف کے ساتھ اس گیت کو پکچرائز کرانے کے لئے نینی تال آ گئی۔ کل رات کو دہلی کے لئے روانہ ہونا ہے۔ وہاں سے حیدر آباد کی فلائٹ پکڑوں گی جہاں مجھے "سونے پہ سہاگہ" کی شوٹنگ کرنا ہے۔"

کمی کو یہ دیکھ کر الجھن ہوتی ہے، غصہ بھی آتا ہے کہ کچھ فلمی رسالے خواہ مخواہ اس کا نام ڈینی کے ساتھ جوڑنے پر تلے ہوئے ہیں۔ کسی قدر اداس لہجے میں اس نے بتایا "کافی دن سے یہ سلسلہ چل رہا ہے۔ جب میں "پتھر دل" میں ڈینی کے ساتھ کام کر رہی تھی تو ان دنوں بھی ان رسالوں نے بڑے زور شور کے ساتھ یہ ہوائی اڑائی تھی۔ اب حال ہی میں "نمبرا" کی شوٹنگ کے لئے میں تنزانیہ گئی تو پھر انہوں نے یہ شوشہ چھوڑا کہ ڈینی کے ساتھ میرا چکر چل رہا ہے۔ میں صاف صاف کہہ دینا چاہتی ہوں کہ فی الحال میرے دل میں کوئی بھی مرد بسا ہوا نہیں ہے۔ میں ابھی ایسے جذباتی جھمیلوں میں پڑنا ہی نہیں چاہتی۔ ابھی تو میں ساری توجہ اپنے کیریر کو آگے بڑھانے پر مرکوز رکھنا چاہتی ہوں۔ آپ جانیں دودھ کا جلا چھاچھ کو بھی پھونک پھونک کر پیتا ہے۔ کیریر کے سلسلے میں مجھ سے پہلے ہی کافی غلطیاں ہو چکی ہیں۔ اب دل لگانے کی غلطی کر کے میں اسے مزید جوکھم سے ہرگز دوچار نہیں کروں گی۔"

آج کل کمی کی تین فلمیں سیٹ پر ہیں۔

وہ ایک سے ایک نام ور بینر، ڈائریکٹر اور ہیرو کے ساتھ کام کر رہی ہے۔ کوئی بڑا ہیرو ایسا نہیں جس کے ساتھ فلموں میں وہ نہ آ رہی ہو۔ اپنا بچہ ہو یا ونود، جتیندر ہو یا متھن، سنی دیول ہو یا چنکی پانڈے اور گووندا کے ساتھ بھی اس نے فلمیں سائن کر رکھی ہیں اور یہ فہرست یہیں تمام نہیں ہوتی۔ دھرمیندر، شتروگھن سنہا، راج ببر، رشی کپور، ششی کپور، رجنی کانت وغیرہ بھی اس فہرست میں شامل ہیں۔ دو برس کے اندر اتنی کام یابی حاصل کر لینا واقعی ایک بڑا کارنامہ ہے۔

میں نے کمی سے پوچھا کہ کیا کام اتنا زیادہ ہو جائے اس سے سنبھل سکے گا تو وہ ہنس کر کہنے لگی "کیوں نہیں۔ مصروف رہنے کی عادت اور آرزو تو مجھے خبط کی حد تک ہے۔ بے کار رہنا مجھے ذرا بھی نہیں بھاتا۔ گھر میں یا سیٹ پر بھی خالی بیٹھے رہنے سے مجھے نفرت ہے۔ میرا بس چلے تو دن رات، چوبیس گھنٹے کام ہی کرتی رہوں۔ اس کے ساتھ میں لوگوں کے اس غلط خیال کو بھی دور کر دینا چاہتی ہوں کہ کمی ہر طرح کے رولز نہیں کر سکتی۔ "میرا لہو" سے میری کافی امیدیں وابستہ تھیں۔ میں سوچتی تھی کہ یہ فلم ثابت کر دکھائے گی کہ میں کس حد تک اچھی اداکاری کر سکتی ہوں لیکن بدقسمتی سے فلم سائن کرتے وقت مجھے اپنے رول کے بارے میں جو کچھ بتایا گیا تھا وہ اس سے بہت مختلف رہا جو انجام کار پردے پر پیش کیا گیا۔ اس فرق کی وجہ سے میری ساری امیدوں پر پانی پھر گیا۔ میں سچ کہتی ہوں، فلم دیکھنے کے بعد مجھے واقعی بہت مایوسی ہوئی۔"

کمی چاہے کیسے بھی دعوے کرے یہ اس کا حق ہے مگر یہ حقیقت ہے کہ آج تک تو فلم میکرز نے کمی کے پُرکشش جسم کو اس کی صلاحیتوں پر ترجیح دے رکھی ہے۔ کل تک اس میدان میں صرف کمی نظر آتی تھی مگر اب اس کی حریف سونم بھی میدان میں اتر چکی ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے بھی اپنے خوب صورت سراپے سے فلمی دنیا میں قیامت ڈھا رکھی ہے، لیکن سونم کا کہنا بھی یہی ہے کہ وہ صرف اپنے حسین جسم کی وجہ سے فلموں میں نہیں آئی، اس میں اداکاری کی خداداد صلاحیتیں موجود ہیں اور جب میری فلمیں ریلیز ہوں گی اس وقت اس حقیقت کا اظہار سب پر ہو جائے گا۔ اب یہ وقت ہی بتائے گا کہ کمی کا مقابلہ مستقبل میں سونم سے ہوتا ہے یا ڈمپل اور مینا کشی سے۔ ڈمپل اور مینا کشی جو خوب صورت ہونے کے ساتھ اداکاری کا ہنر بھی جانتی ہیں۔

●●

موسموں کا نغمہ

موسم آئیں گے، جائیں گے
ہم تم کو بھول نہ پائیں گے

جاڑوں کی بہار جب آئے گی
دھوپ آنگن میں لہرائے گی
گل دوپہری مسکائے گی
شام آ کے چراغ جلائے گی
جب رات بڑی ہو جائے گی

اور دن چھوٹے ہو جائیں گے
ہم تم کو بھول نہ پائیں گے
موسم آئیں گے جائیں گے

جب گرمی کے دن آئیں گے
سونی دوپہریں لائیں گے
اور سناٹے لہرائیں گے
گلیوں میں دھول اڑائیں گے
پتے جھلسے ہو جائیں گے

گل پھول سبھی مرجھائیں گے
ہم تم کو بھول نہ پائیں گے
موسم آئیں گے جائیں گے

جب برکھا کی رت آئے گی
ہریالی ساتھ میں لائے گی
کالی بدلی چھا جائے گی
کوئل ملہاریں گائے گی
تری یاد ہمیں تڑپائے گی

اور نیناں نیر بہائیں گے
ہم تم کو بھول نہ پائیں گے
موسم آئیں گے جائیں گے

والی آسی

انور حسین انور

تنہائی کا احساس دلاتی ہوئی سردی
آکاش کے دروازوں سے آتی ہوئی سردی

سناٹا سا پھیلاتی ہوئی دشت میں گھر میں
پتوں کے جواں راگ سناتی ہوئی سردی

اک میں تھا، مرا پھول تھا، اک پھول کا مالی
اک دور میں مجھ کو بھی تھی بھاتی ہوئی سردی

کس سال میں بچھڑا تھا وہ کچھ دھیان نہیں ہے
بس یاد ہے اتنا کہ تھی جاتی ہوئی سردی

اک آگ سی بھڑکاتی ہے شاعر کے لہو میں
یہ برف ہر اک سمت بچھاتی ہوئی سردی

پھر ہجر کے موسم کا پتہ دے کے گئی ہے
برسات کی آغوش میں جاتی ہوئی سردی

سرگوشیاں سی کرتی ہوئی ارض و سماں میں
قربت کی نئی فصل اگاتی ہوئی سردی

شرمندہ ہوئی اور مجھے مکانات میں جا کر
فٹ پاتھ کے لوگوں کو رلاتی ہوئی سردی

اک دھند سی ہر سمت، خلا ہو کہ زمیں ہو
سورج کو ستاروں کو چھپاتی ہوئی سردی

ہر شخص کا ہے دست طلب آگ کی جانب
دیوار انا کو ہے گراتی ہوئی سردی

ساتھی میرے بھول نہ جانا گھر آ جانا سردی میں
دوری کی جو پیاس بڑھی ہے آ کے بجھانا سردی میں
میری تم سے آس بندھی ہے من میں اک ہلچل سی مچی ہے
کہیں صنم یہ ٹوٹ نہ جائے خواب سہانا سردی میں
گرمی نے بے حال کیا تھا بارش نے پامال کیا تھا
آئی ہے اب رت یہ سہانی کیا تڑپانا سردی میں
پچھلے برس بھی تم جو نہ آئے کیسے گزری کہا نہ جائے
اب کے برس نہ سنوں گی میں تو کوئی بہانہ سردی میں
سوچا ہے جب تم آؤ گے میں تم سے کچھ نہیں کہوں گی
بس تم اپنی پیاری پیاری باتیں سنانا سردی میں
مچل اٹھیں گے ارماں میرے خوشبو کے تم ہالہ میرے
پیار کی میٹھی باتوں سے تم آگ لگانا سردی میں
دن چھوٹے ہیں لمبی راتیں یاد ہیں مجھ کو ساری باتیں
چپکے چپکے ملنا ملانا اور شرمانا سردی میں
پوچھی ہے فرمائش میری تم ہی ہو زیبائش میری
سچ کہتی ہوں سوا پیار کے کچھ نہ لانا سردی میں
میں نے سنورنا چھوڑ دیا ہے خود کو نیا اک موڑ دیا ہے
آ کے اپنے ہاتھوں سے ہی مجھے سجانا سردی میں
تم نازاں نامی شاعر ہو ڈرکس کا ہے کیوں کا ڈر ہو
پیار کی رت ہے پیار کریں گے کیا گھبرانا سردی میں

نازاں جمشید پوری

غزلیں

چلتے رہو سفر پہ مقدر سی دھوپ میں
ہجرت نے اوڑھ رکھی ہے چادر سی دھوپ میں

تھا آئینوں میں درد کے سورج کا ایک عکس
آنکھیں ہماری ہو گئیں پتھر سی دھوپ میں

وہ بھی برے گماں کی حدوں سے گزر گیا
تنکی کا جیسے سایا سمندر سی دھوپ میں

ہے آج ایک شیشے کی دیوار درمیاں
بینائی اپنی ہو گئی بے گھر سی دھوپ میں

حسن خیال یار کا اعجاز دیکھئے
پرچھائیاں بھی بن گئیں پیکر سی دھوپ میں

محسوس یہ ہوا ہمیں اندر کی آگ سے
جلتے رہے ہیں ہم بھی سمندر سی دھوپ میں

جذبات کے پگھلنے کا راشد سماں بندھے
لاؤ کوئی غزل ذرا بہتر سی دھوپ میں

راشد فضلی
(ریاض، سعودی عرب)

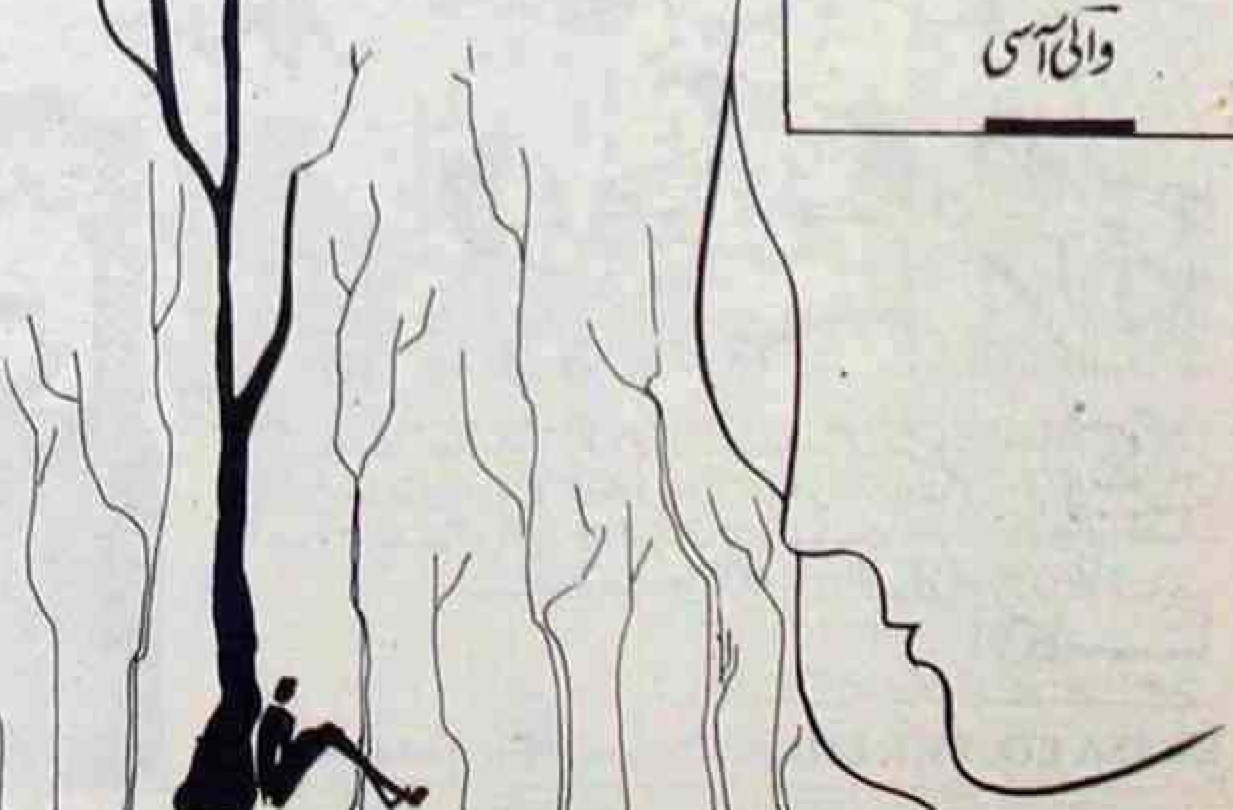

www.taemeernews.com

● ایک نجی پارٹی میں اداکار رجنی کانت، ہدایت کار انیل شرما، محسن خاں اور منداکنی

"محسن خاں" (صفحہ ۹ سے آگے

"ایک اچھے ایکٹر کے اندر کئی خوبیاں ہونا ضروری ہیں۔ مثلاً اداکاری کے وقت چہرے پر مناسب تاثرات لانے میں مہارت، مکالمے ادا کرنے میں آواز کا مناسب آتار چڑھاؤ، چھا جانے والی آواز، ڈانس، گھوڑ سواری، تیراکی وغیرہ۔ آپ کے پاس کون کون سی خوبیاں ہیں؟"

"ڈانسنگ، تیراکی اور گھوڑ سواری میں جانتا ہوں۔ باقی جو کمیاں ہیں انہیں بھی پوری کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ آواز کیسی ہے یہ آپ خود ہی سن رہے ہیں یہاں۔ آپ ہی بتائیں آپ کو کیسی لگتی ہے؟"

"کرکٹ میں کیریر ختم ہو جانے کے بعد کہیں آپ فلموں کے کیریر کو تجربے کے طور پر تو نہیں آزما رہے ہیں؟"

"تجربہ؟ نہیں صاحب، بالکل نہیں۔ میں تجربہ کرنے نہیں آیا ہوں۔ مجھے اپنے اوپر بھروسا ہے۔ میں نے اللہ کے کرم سے ایک فیلڈ میں اپنی عزت بڑھائی ہے اور انشاء اللہ میں اب ایکٹنگ میں بھی عزت پاؤں گا۔ میں تجربے کر کے اپنے اور اپنے خاندان کے مستقبل کو داؤ پر نہیں لگا سکتا جیسا کہ میں نے ابھی آپ سے کہا، میں یہاں پکے "ارادے" سے آیا ہوں۔ اب مجھے یہاں بھی کچھ کر دکھانے کی تمنا ہے، کیونکہ جس طرح میں کرکٹ کے گیم کو اچھے پیسے اور عزت کا گیم سمجھتا ہوں اور اس کے ساتھ یہ احساس بھی رکھتا ہوں کہ ہم اپنے ملک کے لئے بھی کچھ کر رہے ہیں، اپنے وطن کے لئے بھی ہمارا کچھ کنٹری بیوشن (عطیہ) ہے، اسی طرح فلموں میں بھی نام ہے، پیسہ ہے اور ملک کے لئے کچھ کرنے کا موقع ہے۔"

"آپ کو کرکٹ کی دنیا سے کس بنیاد پر نکالا گیا جب کہ کریز پر آپ پورے فارم میں تھے۔"

"اس پردے کو میں آپ کے سامنے گراتا ہوں۔ اس سلسلے میں پاکستان کے اخبارات میں کافی چھاپا گیا ہے اور ابھی تک چھاپا جا رہا ہے۔ بنیادی مدعا ریس کا یہی ہے کہ ایک اچھے کھلاڑی کے فارم میں رہتے ہوئے بھی اسے آپ نظر انداز کر کے ٹیم چھوڑنے پر کیوں مجبور کرتے ہیں۔ میرے ساتھ یہی ہوا ہے۔ فارم کی بنیاد پر مجھے کوئی ٹیم سے نہیں نکال سکتا تھا اور دوسری کوئی وجہ تھی نہیں۔ بس مجھے افواہوں کی دھند میں لپیٹ کر اس حد تک نظر انداز کیا گیا کہ میں نے خود ہی ٹیم کو چھوڑ دیا۔ اب دوبارہ کرکٹ کھیلنے کا میرا کوئی ارادہ نہیں۔ میں اب کسی بھی قیمت پر کریز پر نہیں لوٹوں گا۔

پاکستانی کرکٹ کنٹرول بورڈ بہت اچھا ہے۔ مجھے پنے بورڈ کے صرف ان چند گندے لوگوں سے شکایت ہے جو پاکستانی کرکٹ کا نقصان کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ ان ہی گندے لوگوں نے کچھ عرصہ پہلے مدثر اور قادر جیسے کھلاڑیوں کو بھی ٹیم سے خارج کر دیا تھا۔"

"کیا یہ سچ نہیں کہ ٹیم سے نکالے جانے پر ہی آپ نے غصہ ظاہر کرنے کے لئے کراچی کے حبیب بینک سے استعفیٰ دے دیا جہاں آپ اسسٹنٹ وائس پریذیڈنٹ کی اعلیٰ کرسی پر تھے؟"

"حبیب بینک سے میرا جو تعلق تھا صرف کرکٹ کی بنیاد پر تھا۔ مجھے اسی بنیاد پر حبیب بینک میں نوکری ملی تھی کہ بینک کی طرف سے ٹیم میں کھیلتا رہوں۔ جیسے جیسے میں نے کرکٹ کے میدان میں ترقی کی بینک مجھے پروموشن دیتا گیا۔ اگر میں کسی عام ملازم کی طرح حبیب بینک میں نوکری کر رہا ہوتا تو میری نوکری آج بھی ہوتی۔ لیکن جب میں نے کرکٹ چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا تو یہ بھی سوچ لیا کہ اگر میں پاکستان کے لئے نہیں کھیلوں گا تو حبیب بینک کے لئے بھی نہیں کھیلوں گا۔ ظاہر تھا، ایسی صورت میں نوکری چھوڑنا ہی تھی۔ حبیب بینک سے الگ ہونے کی اصل وجہ یہی ہے۔"

"شارجہ میں آپ کے لئے جو امدادی میچ ہونا تھا اس کا کیا ہوا؟"

"میں کرکٹ کنٹرول بورڈ کا نام کبھی نہیں لیتا اور نہ کبھی لوں گا۔ جیسا کہ میں نے ابھی آپ سے کہا کہ کچھ گندے لوگ آگئے ہیں۔ میرا اشارہ کن

● فلم "بٹوارہ" کی جے پور آؤٹ ڈور میں ہدایت کار جے پی دتہ اور محسن خاں

40 www.taemeernews.com

لوگوں کی طرف ہے، یہ سارا پاکستان جانتا ہے۔ مجھے کسی کا نام لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ ان گندے لوگوں نے مجھے نظرانداز کیا تو میں نے بھی انہیں نظرانداز کر دیا۔ شارجہ میں ایک تیسری پارٹی باہر کی پارٹی امدادی میچ کر رہی ہے تو اس پر بھی ان ہی لوگوں نے اڑنگے لگا دئے۔ اس وقت بھی پریس نے یہی چھاپا تھا کہ محسن خاں اس میچ کا مستحق ہے۔ انشاء اللہ اب یہ میچ فروری ۱۹۸۸ میں شارجہ میں ہوگا۔"

"حال ہی میں پاکستان کے کچھ اخبار ول رسالوں میں آپ کے انٹرویو آئے ہیں جن میں آپ نے کہا ہے کہ آپ نے ہندوستان کے چار بڑے پروڈیوسروں کی فلمیں سائن کی ہیں۔ کیا آپ بتائیں گے کہ یہ چار بڑے فلم ساز کون ہیں اور ان کی فلموں کے کیا نام ہیں؟"

"جہاں تک مجھے یاد ہے میں نے انٹرویو میں صرف اتنا کہا ہے کہ میں نے چار فلمیں سائن کی ہیں۔ ایک تو رکھا کی ہی فلم تھی۔ دوسری بھی 'بٹوارہ'۔ دو اور فلمیں بھی بڑے پروجیکٹ کی ہیں، لیکن ابھی مجھے انہیں ظاہر کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ ہاں، ایک اور فلم 'محافظ' بھی میں نے انیتا راج کے ساتھ لی تھی، لیکن میں 'بٹوارا' کی وجہ سے اس کے لئے شوٹنگ کی تاریخیں نہ دے سکا۔ میں نے فلم ساز کو ساری پوزیشن سمجھا دی۔ وہ مان گئے اور میں نے فلم چھوڑ دی۔ اس کے علاوہ میں نے 'بٹوارا' کے ہی فلم ساز سلیم کی نئی فلم بھی سائن کی ہے۔ اس فلم کو دسمبر میں شروع کیا جا رہا ہے۔"

"کیا آپ کو یہ حقیقت معلوم ہے کہ پاکستان کے فلمی ستاروں محمد علی اور زیبا کو منوج کمار کی فلم 'کلرک' میں کام کرنے کے لئے پاکستانی صدر سے خاص NO OBJECTION (کوئی اعتراض نہیں) سرٹیفکٹ حاصل کرنا پڑا تھا؟"

"جی، میں جانتا ہوں۔"

"کیا آپ نے بھی صدر سے ایسا سرٹیفکٹ ہندوستانی فلموں میں کام کرنے کے لئے حاصل کیا ہے؟"

"مجھے یہ خاص سرٹیفکٹ حاصل کرنے کی ضرورت نہیں پڑی، کیوں کہ میں اس قانون کے تحت نہیں آتا۔ یہ سرٹیفکٹ ان لوگوں کو لینا پڑتا ہے جو پاکستان میں نوکری کرتے ہیں۔ محمد علی اور زیبا ملازم ہیں، اسی لئے انہیں سرٹیفکٹ لینا پڑا۔ میں ایک آزاد آدمی ہوں۔ عمران بھی میری ہی صف میں آتا ہے۔ اس نے بھی سرٹیفکٹ کے بغیر انڈیا میں ٹی وی پر اپنے اشتہار دئے تھے، کیوں کہ وہ بھی نوکر نہیں ہے۔"

"کیا وجہ ہے کہ آپ کی بیوی رینا رائے کو ابھی تک پاکستانی شہریت حاصل نہیں ہوئی ہے؟"

"ہم نے لی ہی نہیں۔"

محسن خاں
مختصر تعارف

اصلی نام : محسن حسن خان
پیدائش : کراچی - ۱۵ مارچ ۱۹۵۵
قد : پانچ فٹ ساڑھے گیارہ انچ
تعلیم : نیشنل کالج کراچی سے بی ایس سی
زبانیں : اُردو، انگریزی، پنجابی
گھر کے افراد : چار بھائی، دو بہنیں
پسندیدہ غیرملکی ستارے : گریگری پیک، انتھونی کوئن، انٹھونی کوئن
اینٹونیو میکوئن
پسندیدہ ہندوستانی ستارے : امیتابھ بچن، نصیرالدین شاہ، سنجیو کمار، دیو آنند
مزاج : ہمہ گیر
آدرش کرکٹ کھلاڑی : ماجد خاں، گریگ چیپل
دوسرے پسندیدہ کھیل : فٹ بال، ٹینس
پسندیدہ فلم : دی سٹینج
سب سے بڑی خواہش : اداکاری کے میدان میں کامیابی
گھریلو زندگی : خوش و خرم۔ بیوی رینا رائے سے ایک بچی جنت
سب سے پسندیدہ غیر ملک : آسٹریلیا

"کیوں؟ آپ کو پاکستان میں نہیں رہنا گیا؟"

"نہیں نہیں، یہ بات نہیں ہے۔ آج تک پاکستان سرکار نے ہمیں بہت عزت دی ہے۔ مجھے بھی اور میرے خاندان کو بھی۔ بس اسی عزت پیار اور خلوص کا نتیجہ ہے کہ ہم کے لئے پاکستانی شہریت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ میں بھارت میں رہوں تو یہاں کی بھی شہریت نہیں لوں گا، کیوں کہ مجھے اتنا ہی پیار اور عزت یہاں بھی ملی ہے۔"

"سنا ہے کہ آپ نے کوئی ایکٹنگ کورس کیا تھا۔ کیا آپ بھی پیدائشی جوہر کے قائل نہیں اور ایکٹنگ کو سیکھنے کی چیز مانتے ہیں؟"

"میں BORN TALLENT (پیدائشی صلاحیت) پر یقین رکھتا ہوں۔ میں نے ایسے ٹیلنٹ ہر میدان میں دیکھے ہیں۔ کبھی کبھی ٹیلنٹ کو بھی پالش کرنا پڑتا ہے۔ میں نے کوئی ایکٹنگ کورس نہیں کیا ہے۔"

"ایک فلم اسٹار سے شادی کا تجربہ کیسا رہا؟"

"میرے لئے تو فلم اسٹار نہیں ہیں، نہ کبھی انہیں اسٹار والی نگاہ سے دیکھا ہے۔ میرے لئے شادی کا تجربہ اچھا ہی رہا۔"

"اگر آپ کو ہندوستانی کرکٹ ٹیم میں شامل کر لیا جائے تو کیا آپ پاکستان کے خلاف میچ کھیلیں گے؟"

"پہلی بات تو یہ ہے کہ میں اب کبھی کرکٹ نہیں کھیلوں گا۔ جب میں اپنے ملک کے لئے نہیں کھیلوں گا تو کسی اور ملک کے لئے بھی نہیں کھیل سکتا۔ ایسا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"کیا یہ صحیح ہے کہ اگر آپ فلموں میں کامیاب نہ ہو سکے تو لندن میں بسنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟"

"میرا ایک گھر بمبئی میں ہے، ایک کراچی میں ایک انگلینڈ میں۔ انگلینڈ میں میں اپنا پراپرٹی بزنس پلان کر رہا تھا۔ کرکٹ کے بعد میں یہی کرنے کا ارادہ رکھتا تھا کہ فلموں میں آ گیا۔"

"ورلڈ کپ جیسے بڑے ٹورنامنٹ میں آپ کو اپنی غیر حاضری پر دکھ تو ہوتا ہوگا؟"

"بالکل ہوتا ہے۔ دل چاہتا ہے کہ کاش میں کھیل رہا ہوتا۔ لیکن جو حالات ہیں ان میں نہ کھیلنا ہی بہتر ہے۔"

"اب کیا تمنا ہے؟"

"بس، اب تو فلموں میں مجھے کچھ کر دکھانا ہے۔"

●●

(زبیدہ راپادھیائے)

41 www.taemeernews.com

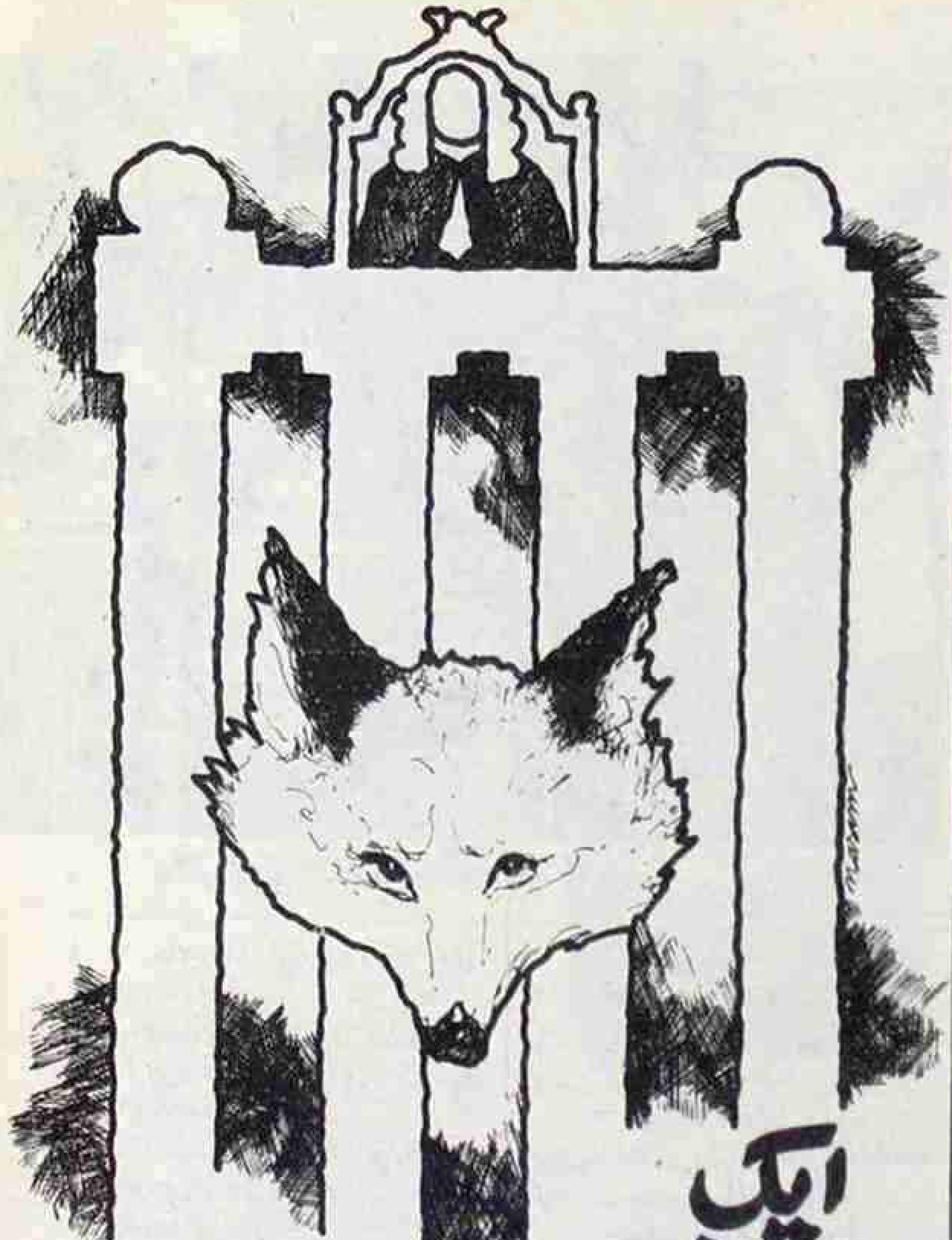

ایک کہانی

(ڈاکٹر) اظہار الحسن

ایک تھا بادشاہ - اس کی سلطنت دُور دُور تک پھیلی ہوئی تھی ۔ مگر دولت و ثروت سے وہ جس قدر مالا مال تھا ' اسی قدر عقل کے خزانے سے کنگال تھا ۔ ہر آن وزیروں اور قاضیوں کے اشاروں پر ناچتا ۔ خدا کی مخلوق اور اپنی رعایا کو مصاحبوں کی رائے کے پیمانے پر ناپتا ۔ نتیجے میں نت نئے شگوفے کھلتے اور عبرت ناک نتائج نکلتے ۔

اس سرزمین پہ نیم کے درخت بہ کثرت تھے ' جو رعایا کے لئے باعثِ راحت تھے ۔ ایک روز وزیرِ اعلیٰ نے ایک شکایت بادشاہ سلامت کے حضور میں پیش کی : " عالی جاہ ، ظلِ الٰہی کی حکومت میں نیم کے درخت کثیر تعداد میں پائے جاتے ہیں ۔ رعایا کے خاص و عام اس مفید درخت سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور ظلِ الٰہی کے گن گاتے ہیں ۔ مگر عالی جاہ .... "

" مگر کیا ؟ بیان جاری رکھا جائے ' تاکہ کسی نتیجے پر پہنچ کر انصاف کیا جائے اور فرمان جاری کیا جائے ! "

" عالی جاہ ! اونٹوں نے اس کو اپنا محبوب چارہ بنالیا ہے ۔ دن رات نیم کے پتے چبا چبا کر گل زار کو ریگ زار بنا دیا ہے ۔ رعایا نیم کے فائدوں سے محروم ہو رہی ہے ' پریشان اور بے چین ہو رہی ہے ۔ "

" نیم سے ہماری رعایا کیوں کر فیض یاب ہو رہی ہے ؟ اس کے فائدے بیان کئے جائیں ! "

" ظلِ الٰہی ! نیم قدرت کا بیش بہا عطیہ ہے جو حضورِ والا کی سرزمین کو بخشا گیا ہے ۔ حکیموں ، وَیدوں نے اس کے بے شمار فائدے گنائے ہیں ۔ چند فائدے بیان کرنے کی جسارت کرتا ہوں ۔ پہلے حضور کی عقلِ سلیم کو سراہتا ہوں جو چراغ میں سورج کو دیکھنے کی اہلیت رکھتی ہے ۔ پھر عرض کرتا ہوں کہ نیم کا درخت نہایت صحت بخش ہے ۔ یہ رات کو آکسیجن چھوڑتا ہے ' جب کہ دوسرے درخت رات کو کاربن ڈائی آکسائیڈ نکالتے ہیں اور فضا کو بوجھل بناتے ہیں ۔ نیم کے پتوں کو پانی میں اُبال کر نہانے سے سو بیماریاں دُور بھاگتی ہیں ۔ موسمی پھنسیوں پر نیم کی چھال کا مرہم اکسیر کا کام کرتا ہے ۔ چند دن کا استعمال جلد کو صاف و شفاف بناتا ہے ۔ موسمِ گرما میں نیم کا پھل کھانے سے جسم کی حدّت کم ہوتی ہے ۔ نیم کی چھاؤں ٹھنڈک میں لاثانی ہوتی ہے ۔ اتنے مفید اور کار آمد درخت کو جنگلی اونٹوں کا چارہ بننے سے محفوظ فرمانے کا حکم صادر فرمایا جائے اور اونٹوں کے لئے مناسب انتظام کیا جائے ، عالی جاہ ! "

" اس قدر مفید اور کار آمد درخت کو اونٹ کھا رہے ہیں ! کیا ہمارے اہل کار سو رہے ہیں ؟ ہمارا حکم ہے کہ سلطنت کے تمام اونٹوں کو گرفتار کر لیا جائے ' نیم کے تمام درختوں کو محفوظ کیا جائے جب تک دوسرا حکم جاری نہ ہو ' یہ حکم بحال رکھا جائے اور گرفتاری جاری رکھی جائے ۔ اونٹوں کی خواری کردی جائے ! "

بادشاہ کے حکم کے ساتھ اونٹوں کی گرفتاری کا بازار گرم ہوا ۔ جنگل جنگل ، بستی بستی ایک ہنگامہ برپا ہوا ۔ ہر چھوٹا ، بڑا اونٹ گرفت میں آنے لگا ۔ جنگل کا ہر جانور گھبرانے لگا اور جائے پناہ تلاش کرنے لگا ۔ لومڑی نے بھی یہ منظر دیکھا ' افراتفری کے دَور کو پرکھا ۔ خطرہ اس کے کانوں میں گھنٹیاں بجانے لگا ' اس کے ذہن و دل کی گہرائیوں میں سر اُبھارنے لگا ۔ آخر اس نے جنگل چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا ۔

فیصلہ کرتے ہی لومڑی وحشت زدہ ہو کر بھاگنے لگی ۔ قدم قدم مڑ کر دیکھنے لگی ۔ رفتار بڑھانے لگی ۔ اِدھر وہ دوڑی ' اُدھر شاہی سپاہیوں کی نظر اس پر پڑی ۔ ایک مقام پر لومڑی کو روک لیا گیا ۔ سپاہیوں نے اسے گرفتار کرنے کا ارادہ کیا تو لومڑی نے احتجاج کیا ۔ " میں تو لومڑی ہوں ۔ گرفتاری تو اونٹ کی جاری ہے ۔ مجھے کیوں روکا جا رہا ہے ؟ "

www.taemeernews.com

● سری دیوی 'پوجا' کے لئے دیپ جلا رہی ہے یا اپنے 'بنگالی بابو' کی صحت و کامرانی کے لئے۔

سپاہیوں نے بغور لومڑی کو دیکھا، اپنی نگاہوں سے پرکھا اور یوں گویا ہوئے "کیا ثبوت کہ تم لومڑی ہو؟ کیوں اس بُری طرح دوڑی ہو؟ یقیناً تم بھی اونٹ ہو۔ تمہاری گرفتاری بھی ضروری ہے۔ یہی حکم سرکاری ہے۔"

"ارے تم کیا بکتے ہو! لومڑی کو اونٹ کہتے ہو! میں ثبوت دے سکتی ہوں کہ میں لومڑی ہوں، اونٹ نہیں ہوں۔"

"ثبوت عدالت میں دینا۔ ہمیں گرفتاری کا حکم ہے، لہٰذا تم گرفتار کی جاتی ہو۔"

اس طرح لومڑی بے چاری کو بھی اونٹوں کے ساتھ جیل میں ڈال دیا گیا۔

جیل خانے سے لومڑی نے درخواست گذاری: "مجھے غلط گرفتار کیا گیا ہے۔ مجھے ستایا گیا ہے۔ لومڑی کو اونٹوں کے ساتھ ملایا گیا ہے؛ شاہی حکم کا غلط استعمال کیا گیا ہے۔ مجھے چھوڑا جائے۔ سپاہیوں کو غلط کام کرنے پر تنبیہہ کی جائے۔"

لومڑی کی درخواست پر غور ہوا اور حکم ہوا کہ وہ عدالت میں اپنی صفائی پیش کرے۔

لومڑی جج کے روبرو پیش ہوئی۔ بیان دیتے ہوئے لومڑی نے کہا "حضور والا، مجھے اونٹوں کے ساتھ اونٹ سمجھ کر گرفتار کیا گیا ہے۔ انصاف کا گلا دبایا گیا ہے۔ مجھے آزاد کیا جائے۔ انصاف کو بحال کیا جائے۔"

سرکاری وکیل نے بحث کرتے ہوئے کہا "ملزم کا کہنا ہے کہ وہ اونٹ نہیں ہے۔ کیا اس کے پاس کوئی ایسا ثبوت ہے جس سے عدالت اس کے بیان پر یقین کر سکے اور انصاف کر سکے؟"

"حضور، میرا ڈیل ڈول دیکھا جائے۔ میری بناوٹ دیکھی جائے۔ میرا موازنہ اونٹ سے کیا جائے۔ دودھ اور پانی الگ الگ کیا جائے۔"

جج نے کہا "کوئی ٹھوس ثبوت پیش کرو، تاکہ صحیح اور غلط کا اندازہ کیا جائے۔ فی الوقت عدالت برخواست کی جاتی ہے۔ ملزم ایک ہفتے کے بعد ثبوت کے ساتھ پیش ہو۔"

عدالت برخواست ہو گئی۔ لومڑی اداس ہو گئی۔

ایک ہفتے بعد لومڑی کی پیشی ہوئی۔ لومڑی نے اپنا پہلا بیان دہرایا۔ سرکاری وکیل نے اس کا مذاق اڑایا۔ جج کو بھی رحم نہ آیا۔ اس نے بھی انصاف سے کام نہ لیا۔

"مائی لارڈ، ملزم کے جسم کا جہاں تک تعلق ہے، سب کچھ وہی ہے جو اونٹ کے جسم میں ہے۔ ایک دُم، دو کان، دو آنکھیں، چار پاؤں۔ بس فرق رہ جاتا ہے تو قد کا۔ یہ درست ہے کہ ملزم کا قد عام اونٹ کے قد سے چھوٹا ہے، مگر قد کا فرق تو ہر ذی روح میں، یہاں تک کہ انسانوں میں بھی پایا جاتا ہے؛ کوئی ساٹھ فٹ کا، تو کوئی ڈھائی فٹ کا۔

یہ تو سب قدرت کا کھیل ہے، کسی کو لمبا چوڑا کر دے، کسی کو ناٹا تو کسی کو چھوٹا۔ سارے جان داروں میں یہی قدرت کا نظام ہے اور دنیا میں عام ہے۔"

سرکاری وکیل کہتا رہا۔ لومڑی نے لاکھ جتن کئے، مگر سرکاری وکیل کے سامنے اس کی دال نہ گلی۔ مقدمہ پیش ہوتا رہا اور اس طرح دو سال کا عرصہ بیت گیا۔ آخر لومڑی پریشان ہو اٹھی اور اس نے پوری پوری رات جاگ کر اپنے لومڑی ثابت کرنے کے ثبوت فراہم کرنے کی کوشش کی۔

ایک ماہ بعد پھر پیشی ہوئی۔ لومڑی نے جج سے درخواست کی کہ عدالت میں ایک کتے کو حاضر کیا جائے۔

سرکاری وکیل نے اعتراض کیا، مگر جج نے لومڑی کی درخواست منظور کی اور ایک کتا عدالت میں لایا گیا۔

"فاضل سرکاری وکیل صاحب یہ ثابت کریں کہ یہ کتا ہے۔ میرا کہنا ہے کہ یہ بھی اونٹ ہے۔" لومڑی نے کہا۔

سرکاری وکیل کے ساتھ دوسروں کے قہقہے بھی گونجنے لگے۔ جج نے "آرڈر! آرڈر!" کہا تو خاموشی چھا گئی۔

"حضور، یہ تو کتا ہے اور کتے کو کتا ثابت کرنے کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے؟" سرکاری وکیل نے صفائی پیش کرتے ہوئے کہا۔

لومڑی نے اعتراض کیا "مائی لارڈ، یہ اونٹ ہے، کتا ہرگز نہیں۔ کیوں کہ فاضل وکیل صاحب کے کہنے کے مطابق جیسی جسمانی بناوٹ اونٹ کی ہے، ویسی ہی اس جانور کی بھی ہے۔ لہٰذا یہ اونٹ ہے، کتا نہیں۔"

اب سرکاری وکیل کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

سرکاری وکیل کو خاموش دیکھ کر جج نے اپنا فیصلہ سناتے ہوئے کہا:

"ہم خود بھی جانتے ہیں کہ یہ کتا ہے اور چونکہ یہ کتا ہے، اس لئے اس کو کتا ثابت کرنے کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔ اسی طرح لومڑی کا بیان ہے کہ وہ لومڑی ہے اور چونکہ دراصل وہ لومڑی ہے، اس لئے معلوم ہوا کہ یہ اونٹ نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا اس کو غلط گرفتار کیا گیا ہے۔ قانون اور انصاف کی نظر میں یہ بے قصور ہے۔ اس کا اونٹ کے قبیلے سے کوئی تعلق، کوئی رشتہ نہیں ہے۔ اس لئے اس کو باعزت بری کیا جاتا ہے۔"

اس طرح لومڑی بحال کر دی گئی، مگر تقریباً تین سال اس کو یہ ثابت کرنے میں بیت گئے کہ وہ لومڑی ہے۔

■■

www.taemeernews.com

امتیاز احمد انصاری، آسنسول

س : کہتے ہیں کہ بلی راستہ کاٹ جائے تو یہ بُرا شگون ہے۔ کیا یہ درست ہے؟

ج : جی ہاں، لیکن آدمی کے لئے نہیں، صرف چوہے کے لئے!

پون کمار، روہتک

س : آج کل انسان خدا سے زیادہ پیسے پر یقین کیوں کرتا ہے؟

ج : کیوں کہ وہ تیرہ اُدھار سے زیادہ نو نقد کا قائل ہو گیا ہے اور جنت کو مرنے کے بعد نہیں جیتے جی پانا چاہتا ہے۔

رشید شوق، ایڈیٹلی

س : دل کی تمنا پوری کرنے کے لئے کیا کرنا چاہئے؟

ج : جتن ــــــ سوجھ بوجھ کے ساتھ۔ ایک لڑکی نے اپنے نئے بوائے فرینڈ سے کہا "کیا تم واقعی مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہو؟ تین دن پہلے ہی تو تم مجھے جانتے ہو" بوائے فرینڈ نے جواب دیا "نہیں، میں اس سے بہت پہلے سے تمہیں جانتا ہوں۔ میں اس بینک میں تین سال سے کام کر رہا ہوں جہاں تمہارے والد صاحب کا اکاؤنٹ ہے"

سوشیل کمار، موگا

س : آدمی زندگی سے کب پریشان ہو جاتا ہے؟

ج : جب اکتا دینے والی یکسانیت کے ساتھ گزرنے۔ ایک دولت مند باپ کے بیٹے نے تکرار کے لہجوں میں کہا "میں اس لگی بندھی زندگی سے تنگ آ گیا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ خوب گھوموں پھروں، دوسرے ملکوں کی سیر کروں، دیس دیس کی پری پیکر لڑکیوں سے عشق لڑاؤں۔ میں ابھی گھر چھوڑ کر جا رہا ہوں" باپ گرج کر بولا "ٹھیرو، بے لگام نہیں کے میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا؟"

محمد عمران خان ساکٹ، بھاگل پور

س : کیا شادی صرف بے وقوف کرتے ہیں؟

ج : نہیں، شادی کرنے والوں میں آدھے عقل مند بھی ہوتے ہیں ــــــ سب کی سب لڑکیاں۔

محمد عارف انصاری، بھاگل پور

س : کسی کا پھول بھی پتھر کی طرح کب لگتا ہے؟

شمع

ج : جب گل دان سمیت پھینکا گیا ہو۔

کالے گپتا، بلند شہر

س : اگر خدا نے عورت نہ بنائی ہوتی تو؟

ج : دنیا میں ہر طرف سکون ہوتا ــــــ قبرستان جیسا سکون۔

ایس اے رانا، شارجہ (یو اے ای)

س : خوش گوار گھریلو زندگی کا راز؟

ج : ذہنی نزدیکی، یا پھر جسمانی فاصلہ۔ ایک صاحب نے ہمیں بتایا کہ جب سے وہ اور ان کی بیوی الگ الگ کمروں میں سونے لگے ہیں، دونوں کی راتیں جنت کی پیامی بن گئی ہیں۔ ان کا کمرہ دہلی میں ہے اور ان کی بیوی کا کمرہ بمبئی میں۔

صنم کریمی، حیدرآباد

س : استاد کے ہوش کب اُڑ جاتے ہیں؟

ج : جب شاگرد کی غلطیاں خطرناک رُخ اختیار کر جائیں۔ ڈرائیونگ سیکھنے والی ایک عورت سے ڈرائیونگ انسٹرکٹر نے کہا "لال روشنی پر رُکنا ہے، پیلی پر چلنے کے لئے تیار ہونا ہے، ہری پر روانہ ہونا ہے۔ اور اس وقت فوراً بریک لگانا ہے جب میرا چہرہ سفید پڑ جائے"!

ٹنکو، دہلی

س : انسان کو خدا کے بعد کس سے ڈرنا چاہئے؟

ج : کسی سے بھی نہیں۔ لیکن پھر بھی وہ عموماً بیوی سے ڈرتا ہے۔

عبدالحکیم وفا بلوچ، بحرین

س : کیا یہ سچ ہے کہ محبت دیوانہ بنا دیتی ہے؟

ج : جی ہاں ــــــ مگر صرف ایک فریق، یعنی مرد کو۔

محمد غوث علی، یلا ریڈی

س : محبوبہ پریشانی کا باعث کب بن جاتی ہے؟

ج : جب ہاتھ نہ لگے، یا جب ہمیشہ کے لئے ہاتھ لگ جائے۔

اشوک جوہر، دہرہ دون

س : جب آدمی پریشانی میں گھر جاتا ہے اُس وقت اُسے کون زیادہ یاد آتا ہے؟

ج : جس سے بھی اسے سہارا ملنے کی اُمید ہو ــــــ ایک شرابی نے اپنے دوست سے کہا "دو ہفتے پہلے میں نے ایک بوتل شراب کے بدلے میں اپنی بیوی کو بیچ دیا تھا۔ آج وہ مجھے بے تحاشا یاد آ رہی ہے" دوست بولا۔ "تو آج تمہیں اپنی غلطی پر پچھتاوا ہو رہا ہے!" شرابی نے کہا "ہاں، کیوں کہ آج پھر مجھے شراب کی طلب پریشان کر رہی ہے اور میرے پاس پیسے نہیں ہیں"

محمد تقی، کاغذ نگر (اے پی)

س : آج آدمی کے جسم کے بہت سے اعضا بدلے جا سکتے ہیں تو کل کیا دماغ بھی بدلا جا سکے گا؟

ج : یہ کام تو آج بھی ہو رہا ہے ــــــ خوب صورت لڑکیوں کے ہاتھوں۔

محمد اختر عبدالجلیل، محبوب نگر

س : انسان کی زندگی دوزخ کب بن جاتی ہے؟

ج : جب وہ جنت کی جستجو میں رہے ــــــ کئی ٹھکانوں پر۔

www.taemeernews.com

تقدیر کی مہربانی سے جھونپڑے سے محل میں پہنچ جانے والے ایک شخص سے کسی نے پوچھا "اپنی مفلسی کے دنوں کے دوستوں اور رشتہ داروں کو آپ بھولے تو نہیں ہیں؟" اس نے جواب دیا "مفلسی کے دنوں میں میرا کوئی دوست یا رشتہ دار تھا ہی نہیں!" ■■

عبدالحکیم وفا بلوچ، بحرین

س : پجاری جس کی پوجا کرتا ہے، اسے چھوڑ کر کسی اور کی پوجا کرنے لگے تو اسے کیا کہیں گے؟

ج : محبت کا پجاری۔

عبدالرحمٰن اعظم، راویر (جل گاؤں)

س : بیوی شوہر کی وفا پر بھروسا کب کرتی ہے؟

ج : شاید صرف ایک صورت میں۔ ایک عورت نے اپنی ایک نئی سہیلی کو بتایا "میرے شوہر حسین سے حسین عورت کو بھی نہیں دیکھتے۔ وہ بڑے ہی شریف، نیک اور اندھے ہیں!"

ظہیر الدین انصاری، داؤد نگر (بہار)

س : اپنے ہی ہاتھوں اپنی حالت کون لوگ تباہ کرتے ہیں؟

ج : محبت کرنے والے مرد۔

پرشوتم تلدار، اودے پور

س : زندگی کا ہر لمحہ قیمتی کب معلوم ہوتا ہے؟

ج : عموماً آخری لمحوں میں۔

ایم اے حکیم، حیدر آباد

س : جسے کسی فلمی ہیروئن کے ساتھ شادی کا موقع ہاتھ لگتا دکھائی دے، اسے کیا کرنا چاہیے؟

ج : کتاب بننے کی مشق۔

سلطان احمد راہی، جھنڈواڑہ)

س : انسان خود کو غلطیوں کا پتلا کب سمجھتا ہے؟

ج : بیوی سے تکرار کے وقت۔

بختیار نواز، داؤد نگر (بہار)

س : کیا زندگی گزارنے کے لئے ٹھوکریں ضروری ہیں؟

ج : شاید ــــ کسی کے لئے کھانا، کسی کے لئے رسید کرنا۔

حبیب الرحمٰن، درگاہ پور (بھدرک)

س : اپنے بیگانے کب بن جاتے ہیں؟

ج : قرض مانگنے پر۔

ہاشم خاں، مسقط (عمان)

س : جب انسان کے پاس دولت آجاتی ہے تو اس کا رویّہ کیوں بدل جاتا ہے؟

ج : رویّہ بدلتا نہیں، صرف بدلا ہوا سا لگتا ہے۔

جنتیا سالگرہ

دسمبر میں بہت سے مشہور ستارے اور فن کار پیدا ہوئے تھے لیکن یہاں اُن ہی تاروں کے نام اور پتے درج کئے جا رہے ہیں، جن سے یہ اُمید ہے کہ وہ خط کا جواب یا تصویر ضرور بھجوائیں گے۔ جن زبانوں میں خط و کتابت کی جا سکتی ہے، وہ بھی ساتھ ہی لکھی جا رہی ہیں۔ مبارک باد کے خط میں اُنہیں یہ ضرور لکھیں کہ آپ نے اُن کی سال گرہ کی تاریخ اور پتہ شمع سے لیا ہے۔ جن خطوں میں شمع کا حوالہ ہوتا ہے، ستارے اُن کا جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

دھرمیندر

(۸- دسمبر: نسرالی، لدھیانہ) اُردو، ہندی

PLOT NO. 11,
JUHU VILE PARLE SCHEME
BOMBAY-400 049

شتروگھن سنہا

(۹- دسمبر: پٹنہ) ہندی، انگریزی

"RAMAYANA"
9TH ROAD
JUHU VILE PARLE SCHEME
BOMBAY-400 049

کمی کاٹکر

(۱۱- دسمبر: بمبئی) ہندی، انگریزی

E-8, 4TH FLOOR
SANGAM BHAWAN
OPP STRAND CINEMA,COLABA,
BOMBAY-400 005

رجنی کانت

(۱۲- دسمبر: بنگلور) ہندی، انگریزی

21, POES GARDEN
MADRAS-600 086

راج کپور

(۱۴- دسمبر: پشاور) اُردو، ہندی

DEVNAR COTTAGE
CHEMBUR, BOMBAY 400 071

سریش اوبرائے

(۱۷- دسمبر: کوئٹہ) اُردو، ہندی

704, OYESTER SHELL
1, JUHUTARA ROAD,
SANTACRUZ (WEST)
BOMBAY-400 054

گووندا

(۲۱- دسمبر: بمبئی) ہندی، انگریزی

NAVJEEWAN GRAH
SANTACRUZ WEST
BOMBAY-400 054

انیل کپور

(۲۴- دسمبر: بمبئی) ہندی، انگریزی

PRESIDENT SOCIETY,FLAT NO 31
NORTH SOUTH ROAD NO. 7
JUHU VILE PARLE SCHEME
BOMBAY-400 049

نوشاد

(۲۵- دسمبر: لکھنؤ) اُردو، ہندی

"ASHIANA"
CARTER ROAD, BANDRA
BOMBAY-400 050

رامانند ساگر

(۲۷- دسمبر: لاہور) اُردو، ہندی

ROAD NO. 12/A,
JUHU VILE PARLE SCHEME
BOMBAY-400 049

راجیش کھنّہ

(۲۹- دسمبر: امرتسر) ہندی، انگریزی

"ASHIRWAD"
107, CARTER ROAD
BANDRA, BOMBAY-400 050

www.taemeernews.com

کہتا ہوں سچ کہ......

★ کیا یہ ضروری ہے کہ سیریل صرف ۲۷ منٹ کے ہوں۔ اور ۹ بجے شروع ہوں۔ نئے سال سے کچھ انقلابی تبدیلیاں آنا چاہیے، لکیر کے فقیر بنے کی بجائے دوردرشن کو نئے تجربے کرنے چاہئیں، اسے سرکاری کام سمجھ کر ٹالنے کی بجائے عوام کی دل چسپی کا کام سمجھ کر پوری توجہ اور ایمان داری سے پروگرام پیش کرنے چاہئیں۔

کیا یہ کسی قانون میں لکھا ہے کہ دن میں صرف ایک سیریل نو بجے ہوگا۔ دُوردرشن کے پاس سیریلز کی بھرمار ہے، کیوں نہ سیریلز رات ۸ بجے سے شروع ہوں اور رات گئے تک چلتے رہیں اور ہر سیریل کے حصے کو ۲۷ منٹ میں محدود نہ کیا جائے۔

اب انگریزی خبروں کے بعد فلم ڈویژن کی ڈاکومینٹریاں چلتی ہیں یا دُوردرشن کی اپنی فلمیں جن کے شروع ہوتے ہی ٹی وی بند کر دئے جاتے ہیں۔ دُوردرشن کا نظریہ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ جو کچھ ہم دکھا رہے ہیں وہ آپ دیکھیں یا نہ دیکھیں آپ کی مرضی ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا، بلکہ کوشش یہ ہونی چاہیے کہ لوگ دوردرشن سے دُور ہو کر نہ بیٹھیں بلکہ آخری پروگرام تک اُسے دیکھتے رہیں۔

★ دُوردرشن پہ سچ پوچھئے تو دیکھنے والی چیز اگر کچھ ہے تو وہ سیریلز ہیں لیکن ہفتہ کی شام سا پتا ہی ہیں ان کے بارے میں کچھ نہیں ہوتا، اس میں شک نہیں کہ یہ اشتہاری پروگرام ہیں مگر دُوردرشن دیکھا تو انہی کی وجہ سے جاتا ہے۔ اگر سیریل کی ہر کڑی کے بارے میں پہلے سے کچھ دکھانا مناسب نہیں تو کم از کم جب بھی کوئی نیا سیریل شروع ہو تب اُس کی جھلکیاں دکھائی چاہئیں۔

★ ہفتہ کی رات کا پروگرام جتنا بے کار اور بکواس ہوتا ہے اتنا شاید کسی رات کا نہیں ہوتا ہونا تو یہ چاہیے کہ جب بھی اگلے دن کوئی چھٹی آئے اُس سے پہلے والی رات کو کوئی ڈرامہ یا طویل فلم دکھائی جائے مگر ایسا کرنے کی بجائے ہفتہ کی رات کو بھی بے کار قسم کی ڈاکومینٹریوں سے بھر دیا جاتا ہے۔ اتنا مہنگا ٹی وی ٹائم کس طرح برباد ہو رہا ہے کسی کو احساس نہیں، دوردرشن والے بس سیریلز کے ذریعہ ہونے والی آمدنی سے خوش ہو جاتے ہیں کہ دُوردرشن کماؤ پوت ہے مگر اس کماؤ پوت کو ایسا بنائیں کہ لوگ بھی اُس سے پیار کریں۔ انگلینڈ میں ایک وقت میں چار

پروگرام دکھائے جاتے ہیں، اٹلی میں کم از کم ساٹھ ستر پروگرام دیکھے جا سکتے ہیں اور امریکہ میں سو سے زائد پروگرام ہوتے ہیں مگر ہمارے ہاں دوسرا چینل تو نام چارے کا ہے جو شام کے ساڑھے ۶ بجے شروع ہوتا ہے اور رات ساڑھے آٹھ بجے ختم ہو جاتا ہے۔ لے دے کے چینل نمبر ایک ہی رہ جاتا ہے، دیکھنے والوں کے لئے اس کے سوا کچھ ہے ہی نہیں۔ اس لئے اور بھی ضروری ہے کہ اسے دل چسپ ترین بنایا جائے۔

ویڈیو کیسٹ لائبریریوں کے مطابق اس ماہ میں مندرجہ ذیل کیسٹ کی سب سے زیادہ مانگ ہے

قدرت کا قانون
ٹھکانہ
اُتر دکھشن
پرم دھرم
سیندور
گھر کا سُکھ
عوام
جان ہتھیلی پہ
مرتے دم تک
کاش

● مصنف و ہدایت کار گلزار نے اپنے ٹی وی سیریل 'مرزا غالب' میں غالب کا رول نصیر الدین شاہ کو دیا ہے۔

● 'کرم چند جاسوس' کی کٹی (سشمیتا مکرجی) آنند مہندرو کے نئے سیریل 'واہی بہانے' میں
● مشہور گیت کار فاروق قیصر کا انتقال ہو گیا۔

نوتن کا پہلا ٹی وی سیریل

'کالا جل' بنانے والے پروڈیوسر ڈائریکٹر راکیش چودھری کے نئے ٹی وی سیریل 'مجرم حاضر' میں نوتن، اتپل دت، راجیو ورما، اجیت وچانی، ریتا بہادری، گوپی ڈیسائی اور انجان شری واستوا

www.taemeernews.com

● نئے ٹی وی سیریل 'کرم بھومی' کے ستارے نگینہ، ارچنا جوگلیکر، عارف ذکریا اور افشاں خان

وغیرہ اہم رول ادا کر رہے ہیں۔ یہ سیریل بمل مترا کے ناول پر بنایا جا رہا ہے۔

'رامائن' کے حصّوں میں اضافہ

راماننڈ ساگر کے ٹی وی سیریل 'رامائن' کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ دُوردرشن نے اس کے مزید بارہ حصّے بنانے کی اجازت دی ہے۔

'جگ ہنسے خود روئے'

صبح کے ٹی وی کے لئے ایک کامیڈی سیریل 'جگ ہنسے خود روئے' ہے جس میں پنکج کپور اور جرنلسٹ بیلا سیٹھنا مرکزی رول ادا کریں گے۔ رائٹر پروڈیوسر دھرمیندر کے اس سیریل کی شوٹنگ اجین میں بھی کی جائے گی۔ ہدایت کار انیل راکھی ہیں۔

★ اس مہینے سے کئی پروگرام ٹی وی کے پردے سے رخصت ہو رہے ہیں۔

★ انگریزی سیریل 'ایا ڈی لائن' ۸۔ نومبر کو ختم ہوگیا۔ اس کی جگہ چارلس ڈکنس کے ناول GREAT EXPECTATIONS کو مل گئی ہے۔

★ عدالت ۱۶۔ نومبر کو ختم ہوگیا، اس کی جگہ ۲۳۔ نومبر سے انگریزی سیریل:

YES PRIME MINISTER

آگیا۔ آپ کو یاد ہوگا دُوردرشن سے پہلے YES MINISTER دکھایا جا چکا ہے۔

★ ۱۶۔ نومبر کو "ہم ہندوستانی" کے رخصت ہونے کے بعد ۲۳۔ نومبر سے اس کی جگہ "زندگی" کو ملی ہے۔ اس سیریل کے لئے ۱۳ کڑیوں کی منظوری دی گئی ہے۔ کہانی کا محور متوسط طبقے کی اُمنگیں اور مسئلے، اُمیدیں اور محرومیاں ہیں۔ کمل (سپریہ پاٹھک) ایک نوجوان لڑکی ہے۔ اس کی ماں مرجاتی ہے تو اپنے شرابی باپ (سداشوامراپورکر) سے عاجز آکر وہ گھر چھوڑ دیتی ہے۔ ایک کالج کی پرنسپل شکن (شرمیلا ٹیگور) اسے پناہ، سہارا اور جینے کا حوصلہ دیتی ہے۔ مشکلوں اور مصیبتوں کا ہمت کے ساتھ مقابلہ کرکے کمل یہ ثابت کر دیتی ہے کہ عورت بھی اپنے پیروں پر کھڑی ہو سکتی ہے۔

۱۶۔ ایم ایم پر فلمایا ہوا یہ سیریل پنجابی ادیبہ امرتا پریتم کے ناولوں پر مبنی ہے۔ اسکرین پلے وید راہی نے لکھا ہے اور وہی اس کا ڈائرکٹر بھی ہے۔

★ ۴۔ نومبر سے عورتوں سے متعلق بنایا گیا سیریل 'استری' دکھایا جا رہا ہے۔

یہ سیریل 'خاندان' اور 'گھر جائی' بنانے والے شری دھر نے پروڈیوس کیا ہے۔ اس میں ان باہمت عورتوں کی سچی کہانیاں پیش کی گئی ہیں جنھوں نے معمولی سی شروعات سے اپنی محنت اور لگن کے بوتے پر اپنے لئے نمایاں مقام بنایا۔ کاسٹ میں ریٹا بھادوری، شیلا ڈیوڈ، رتنا پاٹھک شاہ، فریدہ جلال اور انجلی سین شامل ہیں۔ ہر حصّے کی کاسٹ الگ ہوگی۔

★ "مال گوڈی کے دن" کے دوسرے دَور سے آخر خدا خدا کرکے ۱۳۔ نومبر کو نجات مل گئی۔

★ خاتون وزیراعظم کے دور میں عورتوں کے بارے میں اتنے پروگرام اور اتنے سیریل نہیں دکھائے گئے جتنے آج کل دکھائے جا رہے ہیں۔ لگتا ہے جیسے عورتوں کے علاوہ اب کوئی اور موضوع رہ ہی نہیں گیا۔ "مال گوڈی کے دن" ہوا ہوئے تو اس کی جگہ جمعہ ۲۳ سے نئے سیریل شکتی کو مل گئی۔ یہ بھی عورتوں سے متعلق ہے۔ یہ سیریل ایک مشہور تامل ادیب جیہ کنتھن کی کہانیوں پر مبنی ہے اس کی ہدایت ایس کرشنا سوامی نے دی ہے جنہوں نے "اسندھ کی وادی سے اندرا گاندھی تک" بنائی تھی۔

★ دُوردرشن کی نئی پالیسی کے تحت اب تک ۸۰۰ سے زیادہ پروڈیوسر اور ڈائرکٹر اپنے نام درج کرا چکے ہیں۔ آئندہ ٹی وی پروگرام وہی لوگ بنا سکیں گے جن کے نام دُوردرشن کے رجسٹر میں درج ہوں گے۔ اس فیصلے کا منشا یہ ہے کہ نومشق حضرات سیریل میکنگ کے میدان میں قدم نہ رکھیں۔ نام درج کرانے کے اُمیدواروں کی جانچ پرکھ پہلے دس ماہروں کا ایک پینل کرتا ہے، اس کے بعد ہی ان کا نام رجسٹر میں لکھا جاتا ہے۔

★ اگلے مہینے ٹی وی پر ایک نیا سیریل "اسی بہانے" قہقہوں کا آبشار بہانے کے لئے آنے والا ہے۔ کم از کم اس سیریل کے پروڈیوسر، ڈائرکٹر اور "ادھر اُدھر" کے شہرت یافتہ آنند مہیندرو کا دعویٰ تو یہی ہے کہ اسے دیکھ کر روتی بسورتی صورت والے لوگ بھی اپنی ہنسی نہ روک سکیں گے۔

"اسی بہانے" کی کہانی میں مزاح کے موڑ قدم قدم پر آتے ہیں۔ مسز کھنہ (کرن ٹھاکر سنگھ) جے پور کے راج محل سے ملتے جلتے شان دار محل میں اپنے شوہر (سعید جعفری)، سوتیلی بیٹی (مالویکا) اور سوتیلے بیٹے (اجیت پال) کے ساتھ رہتی ہے۔ پانچ چوروں کو اس کا تیس لاکھ کا ہار اُڑانے کی سوجھتی ہے اور وہ کسی حیلے سے محل میں پہنچنے کا راستہ نکال لیتے ہیں، مگر اناڑی ہونے کے باعث طرح طرح کے جھمیلوں میں پھنستے رہتے ہیں۔ ان میں سے تین یہ جوکھم اَپاسنا (مالویکا تیواڑی) کی خاطر اُٹھاتے ہیں۔ چوتھے چور کی نیت بھی صاف ہے اور اسے بھی ہار اپنے لئے نہیں حاصل کرنا ہے۔ لیکن ان چاروں چوروں (سعید جعفری، مظہر خان، اجیت پال اور انو اگروال) کے برعکس پانچویں چور ایلزبتھ گومز (ششمیتا مکرجی) جو اپنی عیاری اور ہاتھ کی صفائی کے باعث 'اسموتھ لزی' کے نام سے مشہور ہے، پیشہ ور انداز کی چور ہے۔

ان پانچوں چوروں کی وجہ سے محل میں ہر دم آنکھ مچولی جیسا ہنگامہ بپا رہتا ہے۔ اسموتھ لزی اپنے بوائے فرینڈ سے وعدہ کرتی ہے کہ یہ آخری ہاتھ مارنے کے بعد وہ جرم کے راستے کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دے گی۔ محل میں گھسنے کے لئے وہ طرح طرح کے ہتھکنڈے آزماتی ہے۔ آخر میں وہ ایک شاعرہ کو اغوا کر لیتی ہے، جسے مسز کھنہ کے محل میں ہونے والے مشاعرے میں شرکت کرنا ہے۔ پھر وہ اس شاعرہ کی جگہ خود مشاعرے میں پہنچ جاتی ہے۔ شاعرہ کا بہروپ بھرنے کے لئے اسے کافی محنت کرنا پڑتی ہے۔ وہ اُردو سیکھتی ہے، اشعار پڑھنے کے ڈھنگ کی مشق کرتی ہے اور مشاعرہ لوٹنے کے لئے پوری طرح تیار ہو جاتی ہے۔ دوسرے چور بھی اپنی اپنی سرگرمیوں میں مصروف رہتے ہیں۔ اسی رات کو ہار غائب ہو جاتا ہے، مگر وہ ان پانچ چوروں میں سے کسی کے بھی ہاتھ نہیں لگتا۔ اس کے بعد یہ چور اور بھی زیادہ جوش و خروش کے ساتھ ہار کو ڈھونڈنے کی مہم میں لگ جاتے ہیں اور ایسے ایسے بکھیڑوں میں اُلجھے رہتے ہیں جو ان کے لئے بے حد پریشان کن ہیں، اور تماشائیوں کے لئے بے حد ہنسانے والے۔

ششمیتا مکرجی اس سیریل سے روشن تر دنوں کی آس لگائے بیٹھی ہے۔ "کرم چند" کی کٹی کے روپ میں اس کی ایک خوب صورت، مگر احمق ہونے کی حد تک بھولی لڑکی کی امیج بن گئی تھی۔ "اسی بہانے" میں وہ ایک تیز و طرار، چہکتی تھرکتی، رنگ رنگ کے سوانگ رچاتی شاطر چور نظر آئے گی۔ اسے پوری اُمید ہے کہ "اسی بہانے" سے اس کی امیج بالکل بدل جائے گی۔

■■

www.taemeernews.com

خبریں ہی خبریں

امیتابھ بچن کی نئی فلم

پروڈیوسر رمیش بہل کی نئی فلم میں ہیرو کا رول امیتابھ بچن ادا کرے گا۔ کے وی راجو کی ہدایت میں بننے والی اس فلم کی باقاعدہ شوٹنگ جنوری ۱۹۸۸ سے شروع ہوگی۔ اس فلم کے مصنف قادر خاں، موسیقار آر۔ ڈی۔ برمن اور گیت کار گلشن باورا ہیں۔ اس سے پہلے رمیش بہل امیتابھ کے ساتھ 'قسمیں وعدے' اور 'پکار' بنا چکے ہیں۔

فلم 'نقاب' کے لئے قوال پر قوالی کی فلم بندی

پروڈیوسر ڈائریکٹر راج کھوسلہ نے حال ہی میں اپنی زیر تکمیل فلم 'نقاب' کی شوٹنگ بمبئی کی ایک درگاہ میں کی جس میں رشی کپور، فرح، اور بندو کے علاوہ مشہور قوال مجید شعلہ نے بھی حصہ لیا جس کی گائی ہوئی قوالی اسی پر فلمائی گئی۔

سریندر موہن کی نئی فلم "تیری تلاش میں"

پروڈیوسر ڈائریکٹر سریندر موہن (حالیہ فلم 'حوالات') کی نئی فلم 'تیری تلاش میں' متھن چکرورتی اور آملا مرکزی رول ادا کریں گے۔ فلم اگلے ماہ سیٹ پر جا رہی ہے۔

فیروز خاں کی نئی فلم

فیروز خاں اپنی مجوزہ فلم 'یلغار' سے پہلے ایک دوسری فلم بنائے گا جس میں فردین بھی کام کرے گا۔

یش چوپڑہ کی نئی فلم 'لمحے'

پروڈیوسر ڈائریکٹر یش چوپڑہ (زیر تکمیل فلم 'وجے') اپنی نئی فلم 'چاندنی' کے ساتھ دوسری فلم 'لمحے' بھی شروع کریں گے۔ فلم کے ستاروں کا انتخاب ابھی نہیں ہوا۔

'انتقام' کی ساٹھ روزہ شوٹنگ

پروڈیوسر سنیل ورشن کی زیر تکمیل فلم 'انتقام' کی ساٹھ روزہ شوٹنگ آج کل کمالستان اسٹوڈیوز میں بنائے گئے بستی کے ایک خصوصی سیٹ پر ہو رہی ہے۔ جس میں سنی دیول، انیل کپور، میناکشی سیشادری، کمی کاٹکر، اشوک کمار، نروپا رائے، پریم چوپڑہ، قادر خاں، شکتی کپور، ارونا ایرانی، دلیپ تاہل اور امجد خاں حصہ لے رہے ہیں۔ فلم کے موسیقار لکشمی کانت پیارے لال اور ہدایت کار راج کمار کوہلی ہیں۔

'سوتن کی بیٹی' کا ہیرو جتیندر

ساون کمار نے اپنی نئی فلم 'سوتن کی بیٹی' میں ہیرو کے رول کے لئے جتیندر کو سائن کیا ہے۔ ریکھا، جیہ پردا، انوپم کھیر اور سومیت سیگل فلم کے دیگر اہم ستارے ہیں۔ یہ پہلا موقع ہے جب جتیندر ساون کمار کی کسی فلم میں کام کرے گا۔

'جانِ محبوب' کا ہیرو راج ببر

پروڈیوسر بی آر پٹیل نے اپنی نئی فلم 'جانِ محبوب' میں ہیرو کے رول کے لئے راج ببر کو سائن کیا ہے جس کے مصنف و ہدایت کار شاہ عالم، موسیقار او پی نیر اور گیت کار نور دیوا سی ہیں فلم کی ہیروئن اور معاون ستاروں کا انتخاب ابھی نہیں ہوا۔

جتیندر اور ریکھا کی نئی فلم کا ٹائیٹل 'پھنکار'

آر اے فلمز (مدراس) کی اولین زیر تکمیل فلم کا نام 'پھنکار' رکھا گیا ہے۔ جتیندر، ریکھا، انیل کپور، مندا کنی اور انوپم کھیر فلم کے اہم ستارے ہیں جس کے موسیقار لکشمی کانت پیارے لال اور ہدایت کار کے آر ریڈی ہیں۔

'آگ سے کھیلیں گے'

پروڈیوسر پردیش بیتی کی اولین فلم کا نام 'آگ سے کھیلیں گے' رکھا گیا ہے۔ جتیندر، میناکشی سیشادری، کمی کاٹکر، امریش پوری، راج کرن، ارچنا جوگلیکر، شرت سکسینہ، سلیش کو شک اور شکتی کپور فلم کے اہم ستارے ہیں جس کے موسیقار آر ڈی برمن اور ہدایت کار بھاسکر شیٹی ہیں۔

'قتل، قاتل اور قانون'

پروڈیوسرز کمال بہادر اور ایس شمشاد علی کی فلم 'قتل، قاتل اور قانون' میں شیکھر سمن، راج کرن، گلشن گروور، ادا شیوڈے، روہنی ہٹنگڈی، سمجیت کمار، شکتی ساتیہ اور رضا مراد اہم رول ادا کر رہے ہیں۔ جس کے مصنف وہدایت کار قمر نارو ی اور موسیقارہ اوشا کھنہ ہیں۔

'اندرا' میں ہیما اور سپنا

موہلا مووینر کی نئی فلم 'اندرا' میں ہیما ٹائیٹل رول اور سپنا ایک اہم رول ادا کریں گی۔ اسی ماہ کے آخر میں سیٹ پر جا رہی ہے

● فلم ساز سلیم کی فلم 'لوہا' کی سلور جوبلی تقریب میں ان کی زیر تکمیل فلم 'بٹوارہ' کی ایک ہیروئن امرتا سنگھ، دھرمیندر کو ٹرافی پیش کر رہی ہے

● فلم ساز و ہدایت کار یش چوپڑہ کی زیر تکمیل فلم 'وجے' کے ایک منظر میں انیل کپور، رشی کپور، میناکشی سیشادری اور سونم۔ اس فلم کی شوٹنگ مکمل ہو گئی ہے۔

● فلم ساز این۔ این۔ سپی کا بیٹا پردیش راول بھی فلم ساز بن گیا۔ اس کی پہلی فلم کے مہورت پر کمی کاٹکر، جتیندر اور انیل کپور

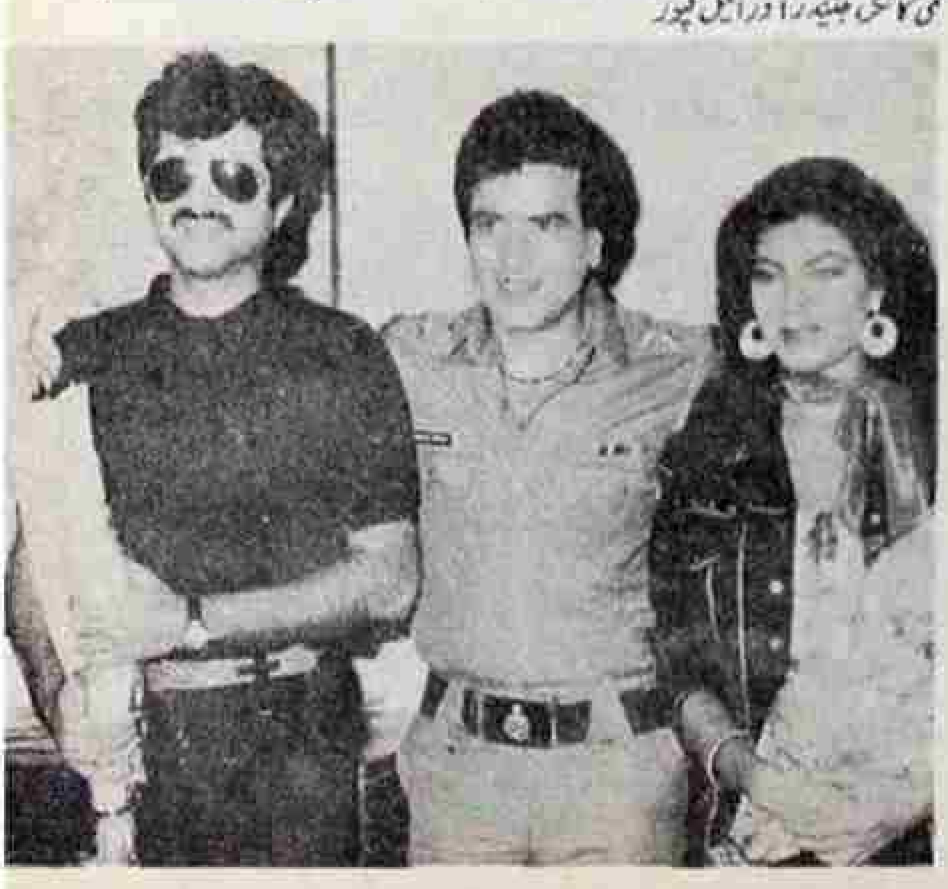

www.taemeernews.com

● سبھاش گھئی کی نئی فلم 'رام لکھن' کا مہورت ممبئی سے قریب پہاڑی مقام لوناوالا میں ہوا۔ ڈمپل کپاڈیہ، جیکی شیروف، راکھی، انیل کپور اور مادھوری ڈکشٹ اس فلم میں اہم رول ادا کررہے ہیں۔

● فلم 'ترشی دیو' کے مہورت پر گلشن رائے، نصیرالدین شاہ، مادھوری ڈکشٹ، سنی دیول، امریش پوری، راجیو رائے اور دھرمیندر جس نے مہورت کلیپ دیا۔

جس کے گیت کار جاوید اختر، مصنف منوہر شیام جوشی اور موسیقار لکشمی کانت پیارے لال ہیں۔

دھرمیندر کی نئی فلم کا نام 'سزا'

پروڈیوسر اے سری رام ریڈی کی نئی زیر تکمیل فلم کا نام 'سزا' رکھا گیا ہے۔ دھرمیندر، جیہ پردا اور انوپم کھیر فلم کے اہم ستارے ہیں۔ فلم کے ہدایت کار جوشی اور موسیقار لکشمی کانت پیارے لال ہیں۔

کیرتی کمار کی آواز میں گیت

ایکٹر، پروڈیوسر اور ڈائرکٹر کیرتی کمار جو اپنے چھوٹے بھائی گووندا کو لے کر 'بیتیا' کے ٹائیٹل سے فلم بنا رہا ہے۔ کشور کمار کے انتقال کی وجہ سے گلوکار بھی بن گیا۔ اسی فلم کا ایک گیت کشور کمار کی آواز میں ریکارڈ ہونا تھا۔ مگر ان کے انتقال کی وجہ سے یہ گیت موسیقار بپی لہری نے کیرتی کمار کی آواز میں ریکارڈ کرایا۔

'پاشا' میں تین کپور

ششی کپور، رشی کپور، رندھیر کپور، ڈمپل کپاڈیہ، آدتیہ پنچولی اور پریم چوپڑہ فلم فلم ساز بھارت بی بھلہ اور پرکاش جلیکا کی اولین فلم 'پاشا' میں اہم رول ادا کر رہے ہیں۔ جس کے ہدایت کار یوپی تپیا، موسیقار آر ڈی برمن گیت کار آنند بخشی اور مصنف بھارت بی بھلہ ہیں۔

جتیندر، رشی اور گووندا ایک ساتھ

پروڈیوسر جواہر لال بافنا اور وسنت دوشی کی زیر تکمیل فلم 'گھر گھر کی کہانی' کی نئی فلم میں جتیندر، رشی کپور، گووندا، جیہ پردا، انیتا راج، فرح اور قادر خاں اہم رول ادا کریں گے۔ جس کے موسیقار بپی لہری اور ہدایت کار کلپتروہیں۔

'روپ کی رانی چوروں کا راجہ'

پروڈیوسر بونی کپور (حالیہ فلم: مسٹر انڈیا) کے بعد تین نئی فلمیں شروع کر رہا ہے۔ پہلی فلم 'روپ کی رانی چوروں کا راجہ' میں انیل کپور اور سری دیوی مرکزی رول ادا کریں گے جس کا ہدایت کار ستیش کوشک ہے۔ دوسری فلم 'بیٹا' میں بھی انیل کپور اور سری دیوی کی جوڑی پیش کی جا رہی ہے جس کا ہدایت کار بھاسکر شیٹی ہے۔ تیسری فلم کا ہیرو بونی اور انیل کپور کا چھوٹا بھائی سنجے کپور ہوگا جس کے مقابل ایک نئی ہیروئن پیش کی جائے گی اس فلم کی ہدایت شیکھر کپور دے گا۔

'مالامال' میں امجد خاں بھی

پروڈیوسر ہرین دیوان کی زیر تکمیل فلم 'مالامال' کی کاسٹ میں امجد خاں کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ نصیرالدین شاہ، پونم ڈھلوں، مندا کنی، آدتیہ پنچولی، ستیش شاہ، دلیپ تاہل اور سانیا فلم کے دیگر اہم ستارے ہیں۔ جس کے موسیقار انو ملک اور ہدایت کار کیول شرما ہیں۔

'انصاف اپنے لہو سے'

شتروگھن سنہا، سنجے دت اور شیکھر سمن ایس، این، فلمز پرائیویٹ لمیٹڈ کی فلم 'انصاف اپنے لہو سے' میں ہیروز کے رول ادا کر رہے ہیں۔ جس کے ہدایت کار دلیپ کلیانی (من موہن ڈیسائی کا سابق اسسٹنٹ) موسیقار لکشمی کانت پیارے لال، گیت کار آنند بخشی اور مکالمہ نویس قادر خاں ہیں فلم کی ہیروئنوں کا انتخاب ابھی نہیں ہوا۔ ●

والی اس فلم کے موسیقار کمل کانت اور ہدایت کار رمیش موہلا ہیں۔

"زمین" میں نصیرالدین شاہ بھی

پروڈیوسر ستیش ملہوترہ کی اولین زیر تکمیل فلم 'زمین' میں نصیرالدین شاہ، سجاتا مہتہ، مادھوری ڈکشت، ہریش راول اور ستیش شاہ، کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ ونود کھنہ، رجنی کانت، سنجے دت، سری دیوی اور انوپم کھیر (مہمان اداکار) فلم کے دیگر اہم ستارے ہیں۔

● فلم ساز بہلاج نہلانی کی نئی فلم 'گناہوں کا فیصلہ' کے مہورت پر شتروگھن سنہا، ڈمپل کپاڈیہ اور چنکی پانڈے

● فلم 'پیار کے نام قربان' کے مہورت پر ڈمپل کپاڈیہ، فلم ساز و ہدایت کار بی سبھاش، متھن چکرورتی اور مندا کنی۔